بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

القواعد فی العقائد

تالیف

شیخ الحدیث والتفسیر

پیر سائیں غلام رسول قاسمی قادری نقشبندی

دامت برکاتہم العالیہ

ناشر

رحمۃ للعالمین پبلی کیشنز بشیر کالونی سرگودھا

048-3215204-0303-7931327

افضل سمجھنا اور ختنین سے محبت کرنا، موزوں پر مسح کو جائز سمجھنا، تمام صحابہ و اہل بیت علیہم الرضوان کا ادب، اجماع امت کی حجیت کو تسلیم کرنا، ہمیشہ جماعت کا ساتھ دینا اور شذوذ سے بچنا۔

(iii)۔ثابتاتِ محکمہ:۔ یہ ایسے عقائد ہیں جو ظنی دلائل سے ثابت ہوں۔ یہ دلائل اس قدر وزنی ہوتے ہیں کہ جانبِ خلاف کو پچھاڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ جیسے صحیح خبرِ واحد اور قولِ جمہور۔ ان کا خلاف بھی کوئی معمولی آفت نہیں، اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے یَدُ اللّٰهِ عَلَی الْجَمَاعَةِ۔ مثلاً گستاخِ رسول کی توبہ کا عدمِ قبول، انبیاء کی فرشتوں پر افضلیت، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم پر افضلیت۔

(iv)۔ظنیاتِ محتملہ:۔ یہ نظریات ایسی ظنی دلیل سے ثابت ہوتے ہیں جو محض راجح ہو اور جانبِ خلاف کے لیے گنجائش بھی موجود ہو۔ مثلاً محبوب کریم ﷺ کو عالم ما کان و ما یکون سمجھنا، حاضر ناظر سمجھنا، مختارِ کل سمجھنا، آپ ﷺ کی نورانیت حسی، یارسول اللہ کہنے کا جواز، حضور ﷺ کا سایہ نہ ہونا، علماء وشہداء کے شفیع بننے کا عقیدہ، مزارات کی زیارت اور صاحبِ مزار سے توسل، بخاری شریف کو اَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ سمجھنا۔

بعض کام ایسے ہیں جن کا تعلق عقیدے سے نہیں بلکہ عمل سے ہے اور عصرِ حاضر میں اختلافی ہونے کی وجہ سے انہیں عقائد کے ساتھ نتھی کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً ایصالِ ثواب کے لیے دن مقرر کرنا، میلاد شریف منانا، کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنا، محبوب کریم ﷺ کے اسم گرامی پر انگوٹھے چومنا، جنازہ کے بعد دعا مانگنا، ایصالِ ثواب کی مختلف صورتیں مثلاً سوئم چالیسواں عرس وغیرہ۔ یہ سب باتیں مستحب ہیں، ان کا کرنا ثواب ہے، لیکن ان کے ترک سے نہ گناہ لازم آتا۔

ایک محقق کو معلوم ہونا چاہیے کہ کونسی دلیل سے کیا ثابت ہوتا ہے اور کون سے دعویٰ پر کونسی دلیل درکار ہوتی ہے۔ آج کچھ لوگ ایسے ہیں جو قطعی باتوں کے انکار کو بھی کفر نہیں کہتے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو ظنیاتِ محتملہ اور مستحبات پر شرک کا فتویٰ داغ رہے ہیں۔ ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ منکرِ محض اپنے پسندیدہ احتمال پر مصر ہوتا ہے اور اس احتمال کے منکر کو کافر کہہ رہا ہوتا ہے۔ جبکہ فریقِ مخالف کے پاس قولِ مختار ہوتا ہے۔ چور الٹا کوتوال کو ڈانٹتا ہے۔ نہ صرف ڈانٹتا ہے بلکہ اسے کافر کہتا ہے۔ اس صورتِ حال

۷۸۶
۹۲

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

الحمد للہ کہ کتاب لاجواب نافع شیخ وشاب مفید عاقل موقظ غافل
مسمّٰی بہ

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

المعروف

فیصلہ مسائل

(جلد اول)

اضافات جدیدہ وضمیمہ عجیبہ کے ساتھ
جس میں موجودہ زمانہ کے عام مختلف فیہ مسائل کا نہایت محققانہ مدلل فیصلہ کردیا گیا ہے

مُصنّفہ
حضرت حکیم الامت مولٰنا المفتی الحاج احمد یار خاں صاحب اوجھانوی بدایونی مدظلہ
سرپرست مدرسہ غوثیہ گجرات پاکستان

باھتمام
محمد اقتدار خاں عرف مصطفٰے میاں
ناشر:۔ مفتی اقتدار احمد خان مالک نعیمی کتب خانہ گجرات

جیسا کہ احادیث میں آیا ہے اس حدیث اور ان عبارات سے معلوم ہوا کہ دفن میت کے بعد اس کو کلمہ طیبہ کی تلقین مستحب ہے تاکہ مردہ نکیرین کے سوالات میں کامیاب ہو۔ چونکہ اذان میں کلمہ بھی ہے۔ اس لیئے یہ اذان بھی تلقین میت ہے اور مستحب ہے بلکہ اذان میں پوری تلقین ہے کیونکہ نکیرین میت سے تین سوال کرتے ہیں اول تو یہ کہ تیرا رب کون ہے؟ پھر یہ کہ تیرا دین کیا ہے؟ پھر یہ کہ اس سنہری جالی والے سبز گنبد والے آقا کو تو کیا کہتا ہے؟ پہلے سوال کا جواب ہوا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه۔ دوسرے کا جواب ہوا حَیَّ عَلَى الصَّلٰوۃ یعنی میرا دین وہ ہے جس میں پانچ نمازیں فرض ہیں (سوائے اسلام کے کسی دین میں پانچ نمازیں نہ تھیں) تیسرے کا جواب ہوا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ درمختار جلد اول باب الاذان میں ہے کہ دس جگہ اذان کہنا سنت ہے جس کو اشعار میں یوں فرمایا ؎

فَرْضُ الصَّلٰوۃِ وَفِیْ اُذْنِ الصَّغِیْرِ وَفِیْ　　وَقْتِ الْحَرِیْقِ وَالْحَرْبِ الَّذِیْ وَقَعَا
خَلْفَ الْمُسَافِرِ وَالْغِیْلَانِ اِنْ ظَهَرَتْ　　فَاحْفَظْ لِسِتٍّ مَنْ لِّمِثْلِیْ قَدْ شَرَعَا
وَزِدْ اَرْبَعْ ذُوْ هَمٍّ وَذُوْ غَضَبٍ　　مُسَافِرٌ ضَلَّ فِیْ قَفْرٍ وَمَنْ صَرَعَا

نماز پنجگانہ کے لیئے۔ بچہ کے کان میں۔ آگ لگنے کے وقت۔ جبکہ جنگ واقع ہو۔ مسافر کے پیچھے اور جنات کے ظاہر ہونے پر۔ غصہ والے پر۔ جو مسافر کہ راستہ بھول جاوے اور مرگی والے کے لیئے۔ شامی میں اسی کے تحت ہے۔ قَدْ یُسَنُّ الْاَذَانُ لِغَیْرِ الصَّلٰوۃِ کَمَا فِیْ اَذَانِ الْمَوْلُوْدِ وَالْمَهْمُوْمِ وَالْمَصْرُوْعِ وَالْغَضْبَانِ وَمَنْ سَاءَ خُلُقُهٗ مِنْ اِنْسَانٍ اَوْ بَهِیْمَةٍ وَعِنْدَ مُزْدَحِمِ الْجَیْشِ وَعِنْدَ الْحَرِیْقِ وَقِیْلَ عِنْدَ اِنْزَالِ الْمَیِّتِ الْقَبْرَ قِیَاسًا عَلٰی اَوَّلِ خُرُوْجِهٖ لِلدُّنْیَا لٰکِنْ رَدَّهُ ابْنُ حَجَرٍ فِیْ شَرْحِ الْعُبَابِ وَعِنْدَ تَغَوُّلِ الْغِیْلَانِ اَیْ تَمَرُّدِ الْجِنِّ ـ

نماز کے سوا چند جگہ اذان دینا سنت ہے بچہ کے کان میں، غمزدہ کے۔ مرگی والے کے۔ غصہ والے کے کان میں۔ جس جانور یا آدمی کی عادت خراب ہو اس کے سامنے لشکروں کے جنگ کے وقت آگ لگ جانے کے وقت۔ میت کو قبر میں اتارتے وقت اس کے پیدائش پر قیاس کرتے ہوئے لیکن اس اذان کے سنت ہونے کا ابن حجر علیہ الرحمۃ نے انکار کیا ہے جنات کی سرکشی کے وقت۔

علامہ ابن حجر کے انکار کا جواب دوسرے باب میں دیا جاوے گا۔ ان شاء اللہ۔
مشکوٰۃ باب فضل الاذان میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم بلال کی اذان سے رمضان کی سحری

خطبة واذان وعلى أله وصحبه الذاكرين اياه مع ذكر مولاه فى الحيوة والموت والوجدان والفوت وكل حين وأن واشهد ان لااله الاالله الحنان المنان وان محمدا عبده ورسوله سيد الانس والجان صلى الله تعالٰى عليه وعلى أله وصحبه المرضين لديه ماأذِنَ أُذُن لصوت اذان قال الفقير عبدالمصطفٰى احمد رضا المحمدى السنى الحنفى القادرى البركاتى البريلوى سقاه المجيب من كاس الحبيب عذبا فراتا وجعله من الذين هم اهل الايمان والصلاة والاذان احياء واموا تا أمين اله الحق أمين۔	زینت بخشی اور آپ کی آل واصحاب پر جو موت وحیات، وجدان وفوت غرضیکہ ہر وقت اپنے رب کریم کے ذکر کے ساتھ اپنے آقا کا ذکر کرتے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ حنان ومنان کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور انس وجن کے سردار نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ تعالٰی کے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں آپ پر اور آپ کی آل پاک اور صحابہ کرام پر جو کہ پسندیدہ ہیں سب پر اس وقت تک اللہ تعالٰی کی رحمتیں ہوں جب تک کان اذان کی آواز سنتے رہیں، فقیر عبدالمصطفٰی احمد رضا محمدی سُنّی حنفی قادری برکاتی بریلوی دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالٰی اسے اپنے حبیب کے حوضِ کوثر سے سیراب کرے اور اسے ان لوگوں میں سے کردے جو موت وحیات میں ایمان، نماز اور اذان والے ہیں آمین الٰہ الحق آمین۔(ت)

الجواب:

بعض علمائے دین نے میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کہنے کو سنت فرمایا، امام ابن حجر مکی وعلامہ خیر الملۃ والدین رملی استاذ صاحبِ درمختار علیہم رحمۃ الغفار نے اُن کا یہ قول نقل کیا:

اما المکی ففی فتاواہ وفی شرح العباب وعارض واما الرملی ففی حاشیۃ البحر الرائق ومرض۔	مکی نے اپنے فتاوٰی اور شرح العباب میں نقل کیا اور اس نے معارضہ کیا، رملی نے حاشیہ البحرالرائق میں نقل کیا اور اسے کمزور کہا۔(ت)

حق یہ ہے کہ اذان مذکور فی السوال کا جواز یقینی ہے ہرگز شرع مطہر سے اس کی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں اور جس امر سے شرع منع نہ فرمائے اصلاً ممنوع نہیں ہوسکتا قائلانِ جواز کے لئے اسی قدر کافی، جو مدعی ممانعت ہو دلائل شرعیہ سے اپنا دعوٰی ثابت کرے، پھر بھی مقام تبرع میں آکر فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ بدلائل کثیرہ اس کی اصل شرع مطہر سے نکال سکتا ہے جنہیں بقانونِ مناظرہ اسانید تصور کیجئے

فاقول: وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق۔

دلیل اول: وارد ہے کہ جب بندہ قبر میں رکھا جاتا اور سوالِ نکیرین ہوتا ہے شیطان رجیم (کہ اللہ عزوجل

۴۸۶
۹۲

وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

الحمد للہ کہ کتاب لاجواب نافع شیخ وشاب مفید عاقل موقظ غافل

مسمّٰی بہ

جَاۤءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ

المعروف

فیصلہ مسائل

(جلد اوّل)

اضافات جدیدہ وضمیمہ عجیبہ کے ساتھ

جس میں موجودہ زمانہ کے عام مختلف فیہ مسائل کا نہایت محققانہ مدلّل فیصلہ کر دیا گیا ہے

مُصَنّفہ
حضرت حکیم الامت مولٰنا المفتی الحاج احمد یار خاں صاحب اوجھانوی بدایونی مدظلہ
سرپرست مدرسہ غوثیہ گجرات پاکستان

باھتمام
محمد اقتدار خاں عرف مصطفٰے میاں
ناشر:۔ مفتی اقتدار احمد خان مالک نعیمی کتب خانہ گجرات

جواب:۔ ہم پہلے باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ بعد دفن ذکر اللہ تسبیح وتکبیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے اور جس کی اصل ثابت ہو وہ سنت ہے اس پر زیادتی کرنا منع نہیں۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ حج میں تلبیہ کے جو الفاظ احادیث سے منقول ہیں ان میں کمی نہ کرے اگر کچھ بڑھائے تو جائز ہے۔ (ہدایہ وغیرہ) اذان میں تکبیر بھی ہے اور کچھ زیادہ بھی بہذا یہ سنت ہے ثابت ہے اور اگر بدعت بھی ہو تو حسنہ ہے جیسے کہ ہم بحث بدعات میں عرض کر چکے ہیں۔ فتاوی رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۹۸ پر ہے کہ کسی نے دیوبندیوں کے سردار رشید احمد صاحب سے پوچھا کہ کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرانا قرون ثلٰثہ سے ثابت ہے یا نہیں اور بدعت ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ قرون ثلٰثہ میں بخاری تالیف نہیں ہوئی تھی۔ مگر اس کا ختم درست ہے کہ ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اسکی اصل شرع سے ثابت ہے بدعت نہیں۔ رشید احمد عفی عنہ۔

اسی کتاب میں صفحہ ۹۸ پر ہے "کہ کھانا تاریخ معین پر کھلانا بدعت ہے اگرچہ ثواب پہنچے گا"۔ رشید احمد۔ کہیئے جناب یہ ختم بخاری اور برسی کی فاتحہ پر ثواب کیوں ہو رہا ہے؟ یہ تو بدعت ہے۔ اور ہر بدعت حرام ہے۔ حرام پر ثواب کیسا۔

نوٹ ضروری:۔ مدرسہ دیوبند میں مصیبت کے وقت ختم بخاری وہاں کے طلباء سے کرایا جاتا ہے اہل حاجت طلباء کو شیرینی دیتے ہیں اور روپیہ نفع میں رہا۔ کم از کم پندرہ روپیہ وصول کیئے جاتے ہیں۔ شاید یہ بدعۃ اس لیئے جائز ہو کہ مدرسہ کو روپیہ کی ضرورت ہے اور یہ حصول زر کا ذریعہ۔ لیکن اب قبر مومن پر اذان کیوں حرام:

اعتراض (۲) شامی نے باب الاذان میں جہاں اذان کے موقعہ شمار کیئے ہیں وہاں اذان قبر کا بھی ذکر فرمایا مگر ساتھ ہی فرمایا لٰكِنۡ رَدَّهٗ اِبۡنُ حَجَرٍ فِيۡ شَرۡحِ الۡعُبَابِ اس اذان کی ابن حجر نے شرح عباب میں تردید کر دی ہے معلوم ہوا کہ اذان قبر مردود ہے۔

جواب:۔ اولاً تو ابن حجر شافعی مذہب ہیں بہت سے علماء جن میں بعض احناف بھی شامل ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اذان قبر سنت ہے اور امام ابن حجر شافعی اسکی تردید کرتے ہیں تو بتاؤ کہ حنفیوں کو مسئلہ جمہور پر عمل کرنا ہوگا کہ قول شافعی پر۔ دوم امام ابن حجر نے بھی اذان قبر کو منع نہ کیا بلکہ اس کے سنت ہونیکا انکار کیا یعنی سنت نہیں۔ اگر ہم کہیں کہ بخاری چھاپنا سنت نہیں بالکل درست ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں نہ بخاری تھی نہ پریس

آیت کریمہ ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ یعنی سن لو خدا کے ذکر سے دلوں کو چین ملتا ہے۔ (پ ۱۳ ع ۱۰) اور ابو نعیم وابن عساکر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نزل اٰدم بالھند واستوحش فنزل جبریل علیہ السّلام فنادی بالاذان یعنی جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے ہندوستان میں اترے، انہیں گھبراہٹ ہوئی تو جبریل علیہ السلام نے اتر کر اذان پڑھی۔ لہٰذا جو لوگ مردے کی گھبراہٹ اور اس کی وحشت کو دور کرنے کے لئے دفن کے بعد قبر کے پاس اذان پڑھتے ہیں وہ بہتر کرتے ہیں اور اس کی مخالفت کرنے والے غلطی پر نہیں۔ اس لئے کہ فقہ حنفی کی متعدد کتاب ردالمحتار جو شامی کے نام سے مشہور ہے اسکی پہلی جلد مطبوعہ دیوبند ص ۲۵۸ میں بھی ہے اور بہار شریعت حصہ سوم ص ۳۱ میں بھی ہے کہ بعد دفن میت اذان مستحب ہے۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل مجدہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۸ ذی القعدہ ۱۴۱۵ھ

مَسئلہ:۔ از عبدالکریم محلہ مرزا منڈی ڈاکخانہ کالپی ضلع جالون

تیجے اور چالیسویں میں اکثر لوگ شہر کے رشتہ داروں کو اور باہر کے بھی رشتہ داروں کو بلا کر فاتحہ میں شریک کرتے ہیں اور ان کو کھانا بھی کھلاتے ہیں تو کیا یہ کھانا کھانے میں کوئی شرعی قباحت یا ممانعت تو نہیں ہے؟

الجواب:۔ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب۔ میت کے تیجہ اور چالیسواں وغیرہ میں میت کے ایصال ثواب کے لئے غرباء و مساکین کو کھانا کھلانا بہتر ہے لیکن دوست واحباب اور رشتہ داروں

(۱۳۸

رُشدُ الایمان

ۂ النَّارَ

سا کر الکامل ابن عدی ج:۱۰ ص:۳۹۹)

رد کرو وہ آگ کو بجھا دیتا ہے۔

سیر باید گفت تا مردگان از آتش

نہیں سکتے تو تکبیر کہو تا کہ مردے

دوزخ کی آگ سے نجات پائیں۔

دفن کے بعد قبر کے پاس کھڑے ہوکر دعا مانگنا سنت ہے

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب دفن میت سے فارغ ہوتے قبر پر وقوف فرما کر ارشاد فرماتے:

اِسْتَغْفِرُوْا لِاَخِيْكُمْ وَسَلُوْا لَهُ بِالتَّثَبُّتِ فَاِنَّهُ الْاٰنَ يُسْئَلُ

یعنی اپنے بھائی کیلئے استغفار کرو اور اس کیلئے جواب نکیرین میں ثابت قدم رہنے کی دعا مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا۔ (ابو داؤد ج:۲ ص:۱۰۳، حاکم، بیہقی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب مردہ دفن ہوکر قبر درست ہو جاتی، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر کھڑے ہوکر دعا کرتے:

اَللّٰهُمَّ نَزَلَ بِكَ صَاحِبُنَا وَخَلَّفَ الدُّنْيَا خَلْفَ ظَهْرِهٖ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ عِنْدَ الْمَسْئَلَةِ نُطْقَهٗ وَلَا تَبْتَلِهٖ فِيْ قَبْرِهٖ بِمَا لَا طَاقَةَ لَهٗ

بہٖ۔ (در منثور ج:۲ ص:۸۳)

الٰہی ہمارا ساتھی تیرا مہمان ہوا اور دنیا اپنے پس پشت چھوڑ آیا۔ الٰہی سوال کے وقت اس کی زبان درست رکھ اور قبر میں اس پر وہ بلا نہ ڈال جس کی اسے طاقت نہ ہو۔ (سعید بن منصور فی سننہ)

اذان دعا ہے

ملا علی قاری فرماتے ہیں:

كُلُّ دُعَاءٍ ذِكْرٌ وَكُلُّ ذِكْرٍ دُعَاءٌ

ہر دعا ذکر ہے اور ہر ذکر دعا ہے۔ (مرقاۃ ج:۵ ص:۱۳۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص کلمہ اللہ اکبر کو دعا فرمایا۔ (صحیحین)

پس اذان دعا ہے اور بلاشبہ دفن کے بعد قبر کے پاس کہنا سنت ہے۔

اذان کے سبب دعا قبول ہوتی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثِنْتَانِ لَا تُرَدَّانِ اَلدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَاءِ وَعِنْدَ الْبَاْسِ

(ابو داؤد، مستدرک ج:۱ ص:۱۹۸)

دو دعائیں رد نہیں ہوتیں۔ ایک اذان کے وقت اور ایک جہاد میں جب کفار سے لڑائی ہو۔

اور فرماتے ہیں: صلی اللہ علیہ وسلم

اِذَا نَادَى الْمُنَادِيْ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَاسْتُجِيْبَ الدُّعَاءُ

(ابو یعلیٰ، ابو داؤد، مستدرک ج:۱ ص:۵۴۶)

جب اذان دینے والا اذان دیتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دعا قبول ہوتی ہے۔

لہٰذا بعد دفن اذان کہنے کے بعد دعا مانگی جائے تو ضرور قبول ہوگی۔

(ترجمہ: بلا شبہ نماز کے علاوہ اور مواقع پر اذان مسنون ہے جیسا کہ نومولود' غم میں مبتلا' مرگی کے مریض' غصے والے اور انسانوں اور چوپایوں میں جس کے اخلاق میں برائی آجائے ان سب کے کانوں' نیز فوج کے جمگھٹے' آگ لگنے اور میت کے قبر میں اتارنے کے وقت اذان مسنون ہے۔ لیکن حضرت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرح العباب میں اس کی تردید کی ہے۔ ان مواقع کے علاوہ جنات کی سرکشی کے وقت بھی اذان پڑھنا مسنون ہے کیوں کہ اس بارے میں صحیح حدیث وارد ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارے نزدیک اس میں کوئی بعد نہیں ہے۔ کیوں کہ جس عمل کے
بارے میں معارض صحیح حدیث وارد ہو وہ مجتہد کا مذہب ہوتا ہے اگر اس پر مجتہد نص بیان نہ کرے کیوں کہ خطبہ میں ہم حافظ ابن عبد البر اور عارف شعرانی نے ائمہ اربعہ سے یہ ارشاد نقل فرمایا ہے کہ جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ علاوہ بریں حدیث فضائلِ اعمال میں وارد ہے جہاں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے)

لہٰذا اگر اذان وقتِ دفن کہی جائے اس میں مزاحمت کرنا ہرگز نہ چاہئے اور اس درجہ اس کا ثبوت بھی نہیں ہے کہ ضرور ہی کہی جائے۔ واللہ اعلم و علمہ احکم

حررہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی
ابو محمد محمد دیدار علی الحنفی المشہدی المفتی شہر آگرہ۔
واعظ جامع مسجد اکبر آباد

✿✿✿✿✿

فتاوی دیداریہ

جلد اوّل

از

سید الفقہا مولانا سید محمد دیدار علی شاہ مُحدّث الوری قدس سرہٗ

بانی مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور

مکتبۃ العصر
کریالہ (منزل رضوان الصادق) جی ٹی روڈ گجرات

شبہ کی کوئی رسائی نہیں ہوگی کیونکہ وہ ذات ذاتِ واجب ہے جہاں امکان کی گنجائش نہیں "عَسیٰ وَلَعَلَّ مِنَ اللّٰہِ تَعَالیٰ وَاجِبتَانِ" (البرہان)

شفاعتِ کبریٰ اور اذنِ شفاعت سے متعلق بے شمار دلائلِ شرعیہ موجود ہیں جن کو آپ لوگ علماء اہلسنّت وجماعت سے اکثر و بیشتر سنتے رہتے ہیں۔ حضرت علامہ سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ شفاعت سے متعلق بعض حدیثیں متواتر ہیں لہٰذا وہ شخص بڑا بدبخت ہے جو شفاعت کا انکار کرتا ہے۔ اور شفاعت کا انکار دنیا میں وہی کرے گا جو آخرت میں شفاعت سے محروم رہے گا۔

امام بخاری ومسلم نے حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک دن خطبہ میں ارشاد فرمایا۔

انّہ سَیکونُ فی ھٰذِہِ الاُمَّۃِ قومٌ یکذبون بعذاب القبر وَ یکَذِّبُوْن بالشّفاعَۃِ۔" کہ اس امت میں ایک ایسا گروہ پیدا ہوگا جو عذاب قبر اور شفاعت کا انکار کرے گا۔

ان دونوں باتوں کا انکار پہلے پہل خارجیوں اور معتزلیوں نے کیا اور آج بھی ان دونوں کے پیروکار نجدی وہابی یا ان سے متعلق لوگ کر رہے ہیں۔ اہلسنّت وجماعت کو منکرین شفاعت سے دور رہنا ضروری ہے۔

اذان علی القبر ۳۔ اذان کو صرف نماز کے لئے محدود کرنا آپکے دوستوں کی جہالت و نادانی اور مسائلِ شرعیہ سے ناواقفیت کی دلیل ہے ہوسکتا ہے اُن لوگوں کی پیدائش کے بعد اُن کے کانوں میں اذان ہی نہ دی گئی ہو۔ یا اذان کے کلمات سے وہ لوگ چڑھتے ہوں جیسے شیاطین چڑھتے ہیں۔ شریعتِ اسلامیہ کے نزدیک اذان کے مختلف مواقع ہیں جہاں اذان کہنا سنّت یا مستحب ہے۔ فقہی کتابوں سے اس کی تفصیل معلوم کرنی چاہئے۔ علمائے کرام کے نزدیک اختلاف اس بات میں ہے کہ جیسے دنیا میں آنے کے بعد نومولود کے کانوں میں اذان کہنا سنّت ہے کیا دنیا سے جانے کے بعد اذان علی القبر بھی مسنون ہے؟ بعض علمائے کرام نے حالتِ اولیٰ پر قیاس کرتے ہوئے اسے مسنون کہا اور بعضوں نے مستحب کے خانوں میں رکھا۔۔۔ اذان علی القبر

سنی: اچھا تو پھر سنو تیرے باپ اور دادا کا گیارہویں کرنا ہم ثبوت دکھاتے ہیں اب تم بتاؤ تو اور تیرا باپ حرام کی اولاد ہوئے یا نہیں؟

وھابی: وہ تو جاہل تھے۔

سنی: صرف جاہل کہہ کر جان نہیں چھڑاؤ یہ بتاؤ تم اور تمہارے ابا حرام کی اولاد ہوئے یا نہیں۔

وھابی: گیارہویں کرنا حرام ہے بس۔

سنی: شریعت میں حرام ثابت کرنے کیلئے کس دلیل کی ضرورت ہے۔

وھابی: سب سے پہلے قرآن کی دلیل ہوتی ہے۔

سنی: تمام زندہ مردہ وہابی ایک آیت پیش کریں جس میں ہو کہ گیارہویں حرام ہے لاؤ؟

وھابی: ٹھیک ہے کل میں ثبوت لاؤں گا۔

سنی: مگر اس بے کل کی کل نہ ہوئی اور دو سال ہو گئے کسی اور وہابی دیوبندی کے پاس ثبوت ہے تو پیش کرے۔ ورنہ ہم دیوبندی وہابی گنگوہی سے گیارہویں جائز ہونے کا فتویٰ دکھاتے ہیں ان پر فتویٰ لگاؤ یا توبہ کرو؟

مناظرہ قبر کے پاس اذان دینا

دیوبندی: یہ لوگ قبر پر اذان دیتے ہیں پتہ نہیں کون سی نماز کیلئے۔

سنی: بچے کے کان میں اذان کون سی نماز کیلئے دیتے ہیں۔

دیوبندی: وہ تو وہ تو حدیث سے ثابت ہے۔

سنی: یہ اذان تلقین ہے حدیث سے ثابت ہے۔

دیوبندی: کون سی حدیث ہے کس کتاب میں ہے۔

سنی: مشکوٰۃ شریف میں ہے اپنے مردوں کو تلقین کرو کلمہ سکھاؤ۔

(ترجمہ: بلاشبہ نماز کے علاوہ اور مواقع پر اذان مسنون ہے جیسا کہ نومولود' غم میں جتلا' مرگی کے مریض' غصے والے اور انسانوں اور چوپایوں میں جس کے اخلاق میں برائی آجائے ان سب کے کانوں' تیز فوج کے جمگٹے' آگ لگنے اور میت کے قبر میں اتارنے کے وقت اذان مسنون ہے۔ لیکن حضرت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرح العباب میں اس کی تردید کی ہے۔ ان مواقع کے علاوہ جنات کی سرکشی کے وقت بھی اذان پڑھنا مسنون ہے کیوں کہ اس بارے میں صحیح حدیث وارد ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارے نزدیک اس میں کوئی بعد نہیں ہے۔ کیوں کہ جس عمل کے

بارے میں معارض صحیح حدیث وارد ہو وہ مجتہد کا مذہب ہوتا ہے اگر اس پر مجتہد نص بیان نہ کرے کیوں کہ خطبہ میں ہم حافظ ابن عبدالبر اور عارف شعرانی نے ائمہ اربعہ سے یہ ارشاد نقل فرمایا ہے کہ جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ علاوہ بریں حدیث فضائلِ اعمال میں وارد ہے جہاں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے)

لہٰذا اگر اذان وقتِ دفن کہی جائے اس میں مزاحمت کرنا ہرگز نہ چاہئے اور اس درجہ اس کا ثبوت بھی نہیں ہے کہ ضرور ہی کہی جائے۔ واللہ اعلم و علمہ احکم

حررہ: العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی
ابو محمد محمد دیدار علی الحنفی المشہدی المفتی شہر آگرہ۔
واعظ جامع مسجد اکبر آباد

✿✿✿✿✿

ويحتمل أن يسجد لكل بعد قراءتها، وهو غير مكروه كما مر.

وسجدة الشكر: مستحبة، به يفتى،

بالكسر والمد م وفي بعض النسخ «أو لا» والمعنى واحد، وهو أنه أولاً يسردها متوالية، ثم

يسجد للكلّ أربع عشرة سجدة. قوله: (و

قرأها في مجلس واحد يلزم عليه تغيير نظم ا

في البحر بأن قراءة آية من السورة غير مكرو

في قراءة آية واحدة؛ أما إذا قرأ آيات السجد

وإحداث تأليف جديد كما نقله الرملي عن

ما في الكافي على ما إذا سجد لكل آية بعد

لحصول الفصل بين كل آيتين بالسجود، بخ

قلت: لكن تقدم قبيل فصل القراء

والمعوّذات، فلو كان ضم آية إلى آية من ع

المعوذات لتغيير النظم، مع أنه لا يكره لما

أخرى أو آيات أخر، ولو كان ذلك تغييراً ل

المنية من أن تغيير النظم إنما يحصل بإسقاط

كلمة أو آية، فكما لا يكون قراءة سور متفرق

قراءة آية من كل سورة مغيراً له اهـ.

وحاصله: أن المكروه إسقاط آية الس

لأنه تغيير للنظم، أما ضم آيات متفرقة فلا

ذكرناه من القراءة في الصلاة، وحينئذ فلا كر ... فيحمل كلام

الكافي على ظاهره، والله تعالى أعلم:

مَطْلَبٌ فِي سَجْدَةِ الشُّكْرِ

قوله: (وسجدة الشكر) كان الأولى تأخير الكلام عليها بعد إنهاء الكلام على سجدة التلاوة ط. وهي لمن تجددت عنده نعمة ظاهرة أو رزقه الله تعالى مالاً أو ولداً أو اندفعت عنه نقمة ونحو ذلك، يستحب له أن يسجد لله تعالى شكراً مستقبل القبلة، يحمد الله تعالى فيها ويسبحه، ثم يكبر فيرفع رأسه كما في سجدة التلاوة. سراج. قوله: (به يفتى) هو قولهما. وأما عند الإمام فنقل عنه في المحيط أنه قال: لا أراها واجبة، لأنها لو وجبت لوجب في كل لحظة، لأن نعم الله تعالى على عبده متواترة، وفيه تكليف ما لا يطاق. ونقل في الذخيرة عن محمد عنه أنه كان لا يراها شيئاً، وتكلم المتقدمون في معناه «فقيل لا يراها سنة» وقيل شكراً تاماً، لأن تمامه بصلاة ركعتين كما فعل عليه الصلاة والسلام يوم الفتح؛ وقيل أراد

لكنها تكره بعد الصلاة، لأن الجهلة يعتقدونها سنة أو واجبة، وكل مباح يؤدي إليه فمكروه. ويكره للإمام أن يقرأها في مخافتة، ونحو جمعة وعيد، إلا أن تكون بحيث تؤدى بركوع الصلاة أو سجودها ولو تلا على المنبر سجد وسجد السامعون.

نفي الوجوب؛ وقيل نفي المشروعية، وأن فعلها مكروه لا يثاب عليه بل تركه أولى. وعزاه في المصفى إلى الأكثرين، فإن كان مستند الأكثرين ثبوت الرواية عن الإمام به فذالك، وإلا فكل من عبارتيه السابقتين محتمل، والأظهر أنها مستحبة كما نص عليه محمد، لأنها قد جاء فيها غير ما حديث، وفعلها أبو بكر وعمر وعليّ، فلا يصح الجواب عن فعله ﷺ بالنسخ، كذا في الحلية ملخصاً. وتمام الكلام فيها وفي الإمداد فراجعهما. وفي آخر شرح المنية: وقد وردت فيه روايات كثيرة عنه عليه الصلاة والسلام، فلا يمنع عنه لما فيه من الخضوع، وعليه الفتوى. وفي فروق الأشباه: سجدة الشكر جائزة عنده لا واجبة، وهو معنى ما روي عنه أنها ليست مشروعة وجوباً، وفيها من القاعدة الأولى، والمعتمد أن الخلاف في سنيتها لا في الجواز اهـ. قوله: (لكنها تكره بعد الصلاة) الضمير للسجدة مطلقاً. قال في شرح المنية آخر الكتاب عن شرح القدوري للزاهدي: أما بغير سبب فليس بقربة ولا مكروه، وما يفعل عقيب الصلاة فمكروه، لأن الجهال يعتقدونها سنة أو واجبة، وكل مباح يؤدي إليه فمكروه انتهى.

وحاصله أن ما ليس لها سبب لا تكره ما لم يؤد فعلها إلى اعتقاد الجهلة سنيتها كالتي يفعلها بعض الناس بعد الصلاة، ورأيت من يواظب عليها بعد صلاة الوتر ويذكر أن لها أصلاً وسنداً، فذكرت له ما هنا فتركها. ثم قال في شرح المنية: وأما ما ذكر في المضمرات أن النبي ﷺ قال لفاطمة رضي الله عنها: «ما من مؤمن ولا مؤمنة يسجد سجدتين» إلى آخر ما ذكره فحديث موضوع باطل لا أصل له. قوله: (فمكروه) الظاهر أنها تحريمية لأنه يدخل في الدين ما ليس منه ط. قوله: (ويكره للإمام الخ) لأنه إن ترك السجود لها فقد ترك واجباً، وإن سجد يشتبه على المقتدين. شرح المنية. قوله: (ونحو جمعة وعيد) أشار بـ «نحو» إلى أن الظهر مثلاً لو أديت بجمع عظيم فهي كذلك. أفاده ح. قوله: (إلا أن تكون الخ) بأن كانت في آخر السورة أو قريباً منه أو في الوسط وركع لها فوراً كما مر بيانه. قال ح: لكن ينبغي أن لا ينويها في الركوع لما فيه من المحذور المتقدم عن القنية: أي أنه يلزم المؤتم إذا لم ينوها فيه أيضاً أن يأتي بها بعد سلام الإمام ويعيد القعدة. قوله: (سجد) أي فوقه أو تحته. تاترخانية. قوله: (وسجد السامعون) أي لا غيرهم، بخلاف الصلاة. تاترخانية. وفي البدائع: ولو تلاها الإمام على المنبر يوم الجمعة سجدها وسجدها معه من سمعها، لما روي «أنه عليه الصلاة والسلام تلا سجدة على المنبر فنزل وسجد وسجد الناس معه» اهـ والله تعالى أعلم.

حاشية الطحطاوي
للعلامة الشيخ احمد الطحطاوي
على
مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح
عبد الكريم العطا
MAKTABA ILMIA

فتاویٰ عالمگیری
اردو
جلد اول
کتاب الطہارۃ
کتاب الصلوٰۃ
کتاب الزکوٰۃ
مولانا سید امیر علی
دارالاشاعت

ويحتمل أن يسجد لكل بعد قراءتها، وهو غير مكروه كما مر.

وسجدة الشكر: مستحبة، به يفتى،

بالكسر والمد م وفي بعض النسخ «أو لا» والمعنى واحد، وهو أنه أولاً يسردها متوالية، ثم
يسجد للكل أربع عشرة سجدة. قوله: (و
قرأها في مجلس واحد يلزم عليه تغيير نظم ا
في البحر بأن قراءة آية من السورة غير مكرو
في قراءة آية واحدة؛ أما إذا قرأ آيات السجد
وإحداث تأليف جديد كما نقله الرملي عن
ما في الكافي على ما إذا سجد لكل آية بعد
لحصول الفصل بين كل آيتين بالسجود، بخ

قلت: لكن تقدم قبيل فصل القراء
والمعوّذات، فلو كان ضم آية إلى آية من ع
المعوذات لتغيير النظم، مع أنه لا يكره لما
أخرى أو آيات أخر، ولو كان ذلك تغييراً ل
المنية من أن تغيير النظم إنما يحصل بإسقاط
كلمة أو آية، فكما لا يكون قراءة سور متفرق
قراءة آية من كل سورة مغيراً له اهـ.

وحاصله: أن المكروه إسقاط آية الس
لأنه تغيير للنظم، أما ضم آيات متفرقة فلا
ذكرناه من القراءة في الصلاة، وحينئذ فلا كر ... فيحمل كلام
الكافي على ظاهره، والله تعالى أعلم:

مَطْلَبٌ فِي سَجْدَةِ الشُّكْرِ

قوله: (وسجدة الشكر) كان الأولى تأخير الكلام عليها بعد إنهاء الكلام على سجدة التلاوة ط. وهي لمن تجددت عنده نعمة ظاهرة أو رزقه الله تعالى مالاً أو ولداً أو اندفعت عنه نقمة ونحو ذلك، يستحب له أن يسجد لله تعالى شكراً مستقبل القبلة، يحمد الله تعالى فيها ويسبحه، ثم يكبر فيرفع رأسه كما في سجدة التلاوة. سراج. قوله: (به يفتى) هو قولهما. وأما عند الإمام فنقل عنه في المحيط أنه قال: لا أراها واجبة، لأنها لو وجبت لوجب في كل لحظة، لأن نعم الله تعالى على عبده متواترة، وفيه تكليف ما لا يطاق. ونقل في الذخيرة عن محمد عنه أنه كان لا يراها شيئاً، وتكلم المتقدمون في معناه «فقيل لا يراها سنة» وقيل شكراً تاماً، لأن تمامه بصلاة ركعتين كما فعل عليه الصلاة والسلام يوم الفتح؛ وقيل أراد

لكنها تكره بعد الصلاة، لأن الجهلة يعتقدونها سنة أو واجبة، وكل مباح يؤدي إليه فمكروه. ويكره للإمام أن يقرأها في مخافتة، ونحو جمعة وعيد، إلا أن تكون بحيث تؤدى بركوع الصلاة أو سجودها ولو تلا على المنبر سجد وسجد السامعون.

نفي الوجوب؛ وقيل نفي المشروعية، وأن فعلها مكروه لا يثاب عليه بل تركه أولى. وعزاه في المصفى إلى الأكثرين، فإن كان مستند الأكثرين ثبوت الرواية عن الإمام به فذالك، وإلا فكل من عبارتيه السابقتين محتمل، والأظهر أنها مستحبة كما نص عليه محمد، لأنها قد جاء فيها غير ما حديث، وفعلها أبو بكر وعمر وعليّ، فلا يصح الجواب عن فعله ﷺ بالنسخ، كذا في الحلية ملخصاً. وتمام الكلام فيها وفي الإمداد فراجعهما. وفي آخر شرح المنية: وقد وردت فيه روايات كثيرة عنه عليه الصلاة والسلام، فلا يمنع عنه لما فيه من الخضوع، وعليه الفتوى. وفي فروق الأشباه: سجدة الشكر جائزة عنده لا واجبة، وهو معنى ما روي عنه أنها ليست مشروعة وجوباً، وفيها من القاعدة الأولى، والمعتمد أن الخلاف في سنيتها لا في الجواز اهـ. قوله: (لكنها تكره بعد الصلاة) الضمير للسجدة مطلقاً. قال في شرح المنية آخر الكتاب عن شرح القدوري للزاهدي: أما بغير سبب فليس بقربة ولا مكروه، وما يفعل عقيب الصلاة فمكروه، لأن الجهال يعتقدونها سنة أو واجبة، وكل مباح يؤدي إليه فمكروه انتهى.

وحاصله أن ما ليس لها سبب لا تكره ما لم يؤد فعلها إلى اعتقاد الجهلة سنيتها كالتي يفعلها بعض الناس بعد الصلاة، ورأيت من يواظب عليها بعد صلاة الوتر ويذكر أن لها أصلاً وسنداً، فذكرت له ما هنا فتركها. ثم قال في شرح المنية: وأما ما ذكر في المضمرات أن النبي ﷺ قال لفاطمة رضي الله عنها: «ما من مؤمن ولا مؤمنة يسجد سجدتين، إلى آخر ما ذكر» فحديث موضوع باطل لا أصل له. قوله: (فمكروه) الظاهر أنها تحريمية لأنه يدخل في الدين ما ليس منه ط. قوله: (ويكره للإمام الخ) لأنه إن ترك السجود لها فقد ترك واجباً، وإن سجد يشتبه على المقتدين. شرح المنية. قوله: (ونحو جمعة وعيد) أشار بـ «نحو» إلى أن الظهر مثلاً لو أديت بجمع عظيم فهي كذلك. أفاده ح. قوله: (إلا أن تكون الخ) بأن كانت في آخر السورة أو قريباً منه أو في الوسط وركع لها فوراً كما مر بيانه. قال ح: لكن ينبغي أن لا ينويها في الركوع لما فيه من المحذور المتقدم عن القنية: أي أنه يلزم المؤتم إذا لم ينوها فيه أيضاً أن يأتي بها بعد سلام الإمام ويعيد القعدة. قوله: (سجد) أي فوقه أو تحته. تاترخانية. قوله: (وسجد السامعون) أي لا غيرهم، بخلاف الصلاة. تاترخانية. وفي البدائع: ولو تلاها الإمام على المنبر يوم الجمعة سجدها وسجدها معه من سمعها، لما روي «أنه عليه الصلاة والسلام تلا سجدة على المنبر فنزل وسجد وسجد الناس معه» اهـ والله تعالى أعلم.

[فصل: سجدة الشكر مكروهة عند أبي حنيفة رحمه الله]

سجدة الشكر مكروهة عند أبي حنيفة رحمه الله. وقالا: هي قربة يثاب عليها.

(سجدة الشكر مكروهة عند أبي حنيفة رحمه الله) قاله القدوري. وقال الكمال: وعند أبي حنيفة وأبي يوسف: ما دون الركعة ليس بقربة شرعاً إلا في محل النص، وهو سجدة التلاوة، فلا يكون السجود في غيره قربة انتهى. وعن محمد عن أبي حنيفة أنه كرهه. وروي عن أبي حنيفة أنه قال: لا أراه شيئاً، ثم قيل: إنه لم يرد به نفي شرعيتها قربة بل أراد نفي وجوبها شكراً، لعدم إحصاء نعم الله تعالى فتكون مباحة، أو لا يراها شكراً تاماً، وتمام الشكر في صلاة ركعتين كما فعل رسول الله ﷺ يوم فتح مكة(1)، كذا في السير الكبير.

وقال الأكثرون: إنها ليست بقربة عنده؛ بل هي مكروهة لا يثاب عليها، وما روي «أنه عليه الصلاة والسلام كان يسجد إذا رأى مبتلى»(2) فهو منسوخ.

(وقالا) أي: محمد وأبو يوسف في إحدى الروايتين عنه (هي) أي: سجدة الشكر (قربة يثاب عليها) لما روى الستة إلا النسائي عن أبي بكر: «أن النبي ﷺ

[فصل: سجدة الشكر مكروهة] أي: تنزيهاً

قوله: (لعدم إحصاء نعم الله تعالى) فلو وجبت لوجبت في كل لحظة، لأن نعم الله تعالى على عباده متواترة مترادفة، وفيه تكليف ما لا يطاق. قوله: (وقال الأكثرون) مقابل قوله: ثم قيل: إنه لم يرد. قوله: (فهو منسوخ) مردود بفعل أكابر الصحابة بعده ﷺ، كسجود أبي بكر لفتح اليمامة وقتل مسيلمة، وسجود عمر عند فتح اليرموك، وهو واد بناحية الشام، وسجود عليّ عند رؤية ذي الثدية قتيلاً بالنهر. وروي: «أنه ﷺ دعا الله ساعة ثم خرّ ساجداً فعله ثلاث مرات، وقال: إني سألت ربي وشفعت لأمتي فأعطاني ثلث أمتي فخررت ساجداً شكراً لربي، ثم رفعت رأسي فسألت ربي لأمتي فأعطاني ثلث أمتي فخررت ساجداً شكراً ثم رفعت رأسي فسألت ربي لأمتي فأعطاني الثلث الأخير فخررت ساجداً لربي»(3) رواه أبو داود. قوله: (قربة يثاب عليها) وعليه الفتوى. وفي الدر: وبه يفتى، وفي ابن أمير حاج: وهو الظاهر، وكيف لا؛ وقد جاء فيها غير ما حديث اهـ.

وفي الدر: وسجدة الشكر مستحبة به يفتى، لكنها تكره بعد الصلاة لأن الجهلة

---

(1) أخرجه الدارمي في سننه (1 / 364).
(2) أخرجه الدارقطني في سننه (1 / 410).
(3) أخرجه أبو داود في الجهاد، باب: في سجود الشكر (2775).

وأما آية «ص» وهي: ﴿وَظَنَّ دَاوُودُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ﴾ [ص: ٢٤]، فليست من مواضع سجود التلاوة عند الشافعية، والحنابلة، خلافاً للمالكية، والحنفية، فانظر مذهبهم تحت الخط. والسجود يكون عند آخر كل آية من آياتها المتقدمة بالتحقيق، إلا عند الحنفية في بعض المواضع، فانظر مذهبهم تحت الخط[2].

سجدة الشكر

هي سجدة واحدة كسجود التلاوة عند تجدد نعمة أو اندفاع نقمة، ولا تكون إلا خارج الصلاة، فلو أتى بها في الصلاة بطلت صلاته، ولو نواها ضمن ركوع الصلاة وسجودها لم تجزه، وهي مستحبة، وهذا متفق عليه بين الشافعية، والحنابلة، أما المالكية، والحنفية، فانظر مذهبهم تحت الخط[3].

مباحث قصر الصلاة الرباعية

حكمها

يجوز للمسافر المجتمعة فيه الشروط الآتي بيانها أن يقصر الصلاة الرباعية. الظهر والعصر والعشاء، فيصليها ركعتين فقط، كما يجوز له أن يتم عند الشافعية، والحنابلة، أما المالكية، والحنفية فقالوا: قصر الصلاة مطلوب من المسافر لا جائز، ولكنهم اختلفوا في حكمه، فقال الحنفية: إنه واجب، والواجب عندهم أقل من الفرض، ومساو للسنة المؤكدة، وعلى هذا فيكره للمسافر أن يتم الصلاة الرباعية، وإذا أتمها فإن صلاته تكون صحيحة إذا لم يترك الجلوس الأول، لأنه فرض في هذه الحالة، ولكنه يكون مسيئاً بترك الواجب، وهو وإن كان لا يعذب على تركه بالنار، ولكنه يحرم من شفاعة النبي ﷺ يوم القيامة، كما تقدم.

هذا هو رأي الحنفية، أما المالكية فقد قالوا: إن قصر الصلاة سنة مؤكدة آكد من صلاة الجماعة، فإذا تركه المسافر فلا يؤاخذ على تركه، ولكنه يحرم من ثواب السنة المؤكدة فقط، ولا يحرم من شفاعة النبي، كما يقول الحنفية. فالمالكية، والحنفية متفقون على أنه سنة مؤكدة، ولكنهم مختلفون في الجزاء المترتب على تركه.

هذا هو ملخص المذاهب في هذا الحكم. ولكن لكل مذهب تفصيل، فانظر تفصيل كل مذهب على حدة تحت الخط[4].

---

(١) الحنفية، والمالكية ـ قالوا: إنها من مواضع سجود التلاوة، إلا أن المالكية قالوا: إن السجود عند قوله تعالى: ﴿وَأَنَابَ﴾ والحنفية قالوا: الأولى أن يسجد عند قوله تعالى: ﴿وَحُسْنَ مَآبٍ﴾. ومن هذا يتضح أن عدد مواضع سجدة التلاوة عند الحنفية أربعة عشر موضعاً بنقص آية آخر الحج، وزيادة آية ﴿ص﴾. وعند المالكية أحد عشر موضعاً بنقص [illegible] والانشقاق، وسورة اقرأ، وزيادة آية ﴿ص﴾.

(٢) الحنفية ـ قالوا: إن السجود في آية سورة فصلت عند قوله تعالى: ﴿وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ﴾.

(٣) المالكية ـ قالوا: سجدة الشكر مكروهة، وإنما المستحب عند حدوث نعمة أو اندفاع نقمة صلاة ركعتين، كما تقدم.

الحنفية ـ قالوا: سجدة الشكر مستحبة، يفتى بها، وإذا نواها ضمن ركوع الصلاة أو سجودها أجزأت، ويكره الإتيان بها عقب الصلاة لئلا يتوهم العامة أنها سنة أو واجبة.

(٤) الحنفية ـ قالوا: قصر الصلاة واجب بالمعنى الذي فصلناه فوق الخط. فإذا أتم الصلاة فقد فعل مكروهاً [illegible]

بسم الله الرحمن الرحيم
كتاب الفقه
على المذاهب الأربعة
تأليف
عبد الرحمن الجزيري

وهيئتها مثلُ سجدة التلاوة. فائدة مهمة لدفع كلِّ نازلة مهمّة قال الإمامُ النسفيُّ في الكافي
من قرأ آي السجدة كلها...

كان إذا أتاه أمر يسرُّه أو بُشّر به خرَّ ساجداً»[1].

(وهيئتها) أن يكبِّر مستقبل القبلة ويسجد، فيحمد الله ويشكر ويسبّح ثم
يرفع رأسه مكبّراً (مثل سجدة التلاوة) بشرائطها.

[فائدة مهمة لدفع كل نازلة مهمة] ينبغي الاهتمام بتعلمها وتعليمها (قال
الشيخ (الإمام) حافظ الحق والملة عبد الله بن أحمد بن محمود (النسفي في
كتابه (الكافي) شرح الوافي (من قرأ آي السجدة كلها) وهي التي قصدت جمعها

يعتقدون أنها سنة أو واجبة وكل مباح يؤدي إليه فهو مكروه اهـ. قوله: (كان إذا أتاه أمر
يسرّه) أي: وشاهده كرأس أبي جهل - لعنه الله - لما أتي به إلى النبي ﷺ والنبي بين
يديه سجد لله تعالى خمس سجدات شكراً[2]. قوله: (أو بشر به) أي: من غير رؤيته
كسجوده حين بشره جبريل عليهما الصلاة والسلام: «إن الله تعالى يقول لك: من صلى
عليك صليت عليه، ومن سلم عليك سلمت عليه»[3].

وفي التتارخانية قال صاحب الحجة: عند أن قول الإمام محمول على الإيجاب
وقول محمد على الجواز والاستحباب فيعمل بهما لا يجب بكل نعمة سجدة شكراً كما
قال أبو حنيفة، ولكن يجوز أن يسجد سجدة الشكر في وقت سرّ بنعمة أو ذكر نعمة
فشكرها بالسجدة وأنه غير خارج عن حدّ الاستحباب.

وفي فروق الأشباه قال: سجدة الشكر جائزة عند الإمام لا واجبة، وهو معنى ما روي
أنها ليست مشروعة وفي القاعدة الأولى من الأشباه قال: والمعتمد أن الخلاف في سنيتها
لا في الجواز اهـ.

وفي الهندية: وصورتها أن من تجددت عليه نعمة ظاهرة أو رزقه الله تعالى
مالاً أو ولداً أو وجد ضالة أو اندفعت عنه نقمة أو شفي له مريض أو قدم له غائب
يستحب أن يفعلها كسجدة التلاوة، وأما إذا سجد بغير سبب فليس بقربة ولا مكروه
اهـ. قوله: (فائدة مهمة) من الهم: بمعنى ما يهتم به أي: ينبغي الاهتمام، أي: الاعتناء
بها. قوله: (كل نازلة) أي: حالة من النزول بمعنى الحلول. والنزلة: الزكام قاموس. قوله:
(مهمة) أي: موقعة في الهم، وهو الحزن قاموس. قوله: (ينبغي الاهتمام) الأولى ذكره بعد
قوله فائدة مهمة. قوله: (وهي التي قصدت جمعها) فيما تقدم عند تعداد محلاتها. قوله:

---

(1) أخرجه ابن ماجه في إقامة الصلاة، باب: ما جاء في الصلاة والسجدة عند الشكر (1394).

(2) أخرجه ابن ماجه في إقامة الصلاة، باب: ما جاء في الصلاة والسجدة عند الشكر (1391)، وفيه
صلى ركعتين.

(3) أخرجه أحمد في مسنده (1/191)، والحاكم في المستدرك (1/735).

مکروہ نہیں یہ تفسیر میں لکھا ہی بغیر سبب سجدہ کرنا عبادت نہیں اور مکروہ بھی نہیں نماز کے بعد جو سجدہ کیا کرتے ہیں وہ مکروہ ہی اسواسطے کہ جاہل اسکو سنت یا واجب سمجھ لیتے ہیں اور جس مباح کا یہ حال ہو وہ مکروہ ہی زاہدی میں لکھا ہی

چودھوان باب مریض کی نماز کے بیان میں

جو مریض قیام سے عاجز ہو وہ بیٹھکر نماز پڑھے اور رکوع اور سجدہ کرے یہ ہدایہ میں لکھا ہی عاجز کے معنے میں اصح قول یہ ہی کہ اُسکے کھڑے ہونے سے ضرر ہوتا ہو اور اسی پر فتوے ہی یہ معراج الدرایہ میں لکھا ہی اور اسیطرح جب کھڑے ہونے سے مرض کی زیادتی کا یا دیر میں صحت ہونے کا یا دوران سر کا خوف ہو تب بھی یہی حکم ہی یہ تبیین میں لکھا ہی یا کھڑے ہونے سے درد ہوتا ہو تب بھی یہی حکم ہی اور اگر کچھ تھوڑی تکلیف ہو تو قیام کا چھوڑنا جائز نہیں یہ کافی میں لکھا ہی اور اگر تھوڑی دیر قیام پر قادر ہی اور ساری نماز میں قادر نہیں تو جسقدر کھڑا ہو سکتا ہی اتنی دیر کھڑا ہونیکا حکم کیا جائیگا پس اگر اس بات پر قادر ہی کہ کھڑے ہوکر تکبیر کہے اور قراءت کے واسطے قیام نہیں کر سکتا یا تھوڑی سی قراءت کے واسطے بھی قیام کر سکتا ہی پوری قراءت کے واسطے قیام نہیں کر سکتا تو اُسکے لیے یہ حکم ہی کہ کھڑے ہوکر تکبیر کہے اور جسقدر کھڑے ہوکر پڑھ سکتا ہی اتنی پڑھ کھڑا ہوکر قراءت کرے پھر عاجز ہو تو بیٹھ جاوے شمس الائمہ حلوانی نے کہا ہی کہ یہی مذہب صحیح ہی اور اگر اسکو چھوڑیگا تو مجھکو یہ خوف ہی کہ اُسکی نماز جائز نہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہی اگر سہارا لگاکر کھڑے ہونے پر قادر ہی تو صحیح یہ ہی کہ سہارا لگاکر کھڑا ہوکر نماز پڑھے اُسکے سوا اور کچھ جائز نہیں اسیطرح اگر عصا پر یا اپنے خادم پر سہارا لگاکر کھڑا ہو سکتا ہی تو سہارے سے کھڑا ہوکر نماز پڑھے یہ تبیین میں لکھا ہی اگر مریض ایسا ہو کہ گھر میں نماز پڑھے تو قیام کر سکتا ہی اور اگر نکلے تو قیام پر قادر نہیں ہوگا تو ہمارے مشائخ کا اختلاف ہی مختار یہ ہی کہ اپنے گھر میں کھڑا ہوکر نماز پڑھے اسی پر فتوے ہی یہ مضمرات میں لکھا ہی پھر مریض بیٹھکر نماز پڑھے تو کسطرح بیٹھے اصح یہ ہی کہ جسطرح اسپر آسان ہو اسیطرح بیٹھے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہی اور اگر سیدھا بیٹھنے پر قادر نہیں اور کسی دیوار پر یا آدمی پر سہارا لگاکر بیٹھنے پر قادر ہی تو اسپر واجب ہی کہ اسیطرح سہارے سے بیٹھکر نماز پڑھے یہ ذخیرہ میں لکھا ہی لیٹ کر نماز پڑھنا اُسکو قول مختار کے بموجب جائز نہیں یہ تبیین میں لکھا ہی اگر قیام اور رکوع اور سجود سے عاجز ہی اور بیٹھنے پر قادر ہی تو بیٹھکر اشارہ سے نماز پڑھے اور سجدہ کو رکوع سے زیادہ نیچا کرے یہ فتاوے قاضیخان میں لکھا ہی پس اگر رکوع اور سجدہ برابر کریگا تو نماز صحیح نہوگی یہ بحر الرائق میں لکھا ہی اگر رکوع و سجود سے عاجز ہی اور قیام پر قادر ہی تو مستحب یہ ہی کہ بیٹھکر اشارہ سے نماز پڑھے اور اگر کھڑے ہوکر اشارہ سے نماز پڑھے تو ہمارے نزدیک جائز ہی یہ فتاوے قاضیخان میں لکھا ہی اور اشارہ سے نماز پڑھنے والا سہو کا سجدہ بھی اشارہ سے کرے یہ محیط میں لکھا ہی اور اشارہ سے نماز پڑھنے والے کیطرف کوئی لکڑی یا تکیہ اُٹھا دینا مکروہ ہی اور اگر ایسا کیا جاوے تو اگر اُسکا سر سجدہ کے واسطے بہ نسبت رکوع کے زیادہ جھکتا ہی تو جائز ہی یہ خلاصہ میں لکھا ہی لیکن یہ فعل بُرا ہی یہ مضمرات میں لکھا ہی اور اگر رکوع اور سجدہ میں سر اُسکا نہ جھکتا ہو اور لکڑی اُسکی پیشانی پر لگا دیجاوے تو نماز جائز نہوگی یہی اصح ہی اور اگر تکیہ زمین پر پڑا ہو اور اسپر سجدہ کرتا ہو تو نماز جائز ہی یہ فتاوے میں لکھا ہی اور اگر پیشانی پر زخم ہو اور اسوجہ سے پیشانی پر سجدہ نہ کر سکے تو اُسکو اشارہ سے نماز جائز نہوگی اور اسکو واجب ہی کہ ناک پر سجدہ کرے اور اگر ناک پر سجدہ نکیا اور اشارہ سے نماز پڑھی تو جائز نہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہی

متن اذان کے کلمات ذکر الٰہی اور رسالت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور نماز کا بیان ہے۔ جب شیطان اذان سن کر بھاگتا ہے تو واضح ہے کہ قبر پر اذان پڑھنے سے جو اپنا حربہ اہل قبر کے لئے بوقت سوال نکیرین کے اس نے استعمال کرنا ہو وہ بجائے اس کے استعمال کے دور دراز تک بھاگ جائے گا اور جو جو جواب اہل قبر نے فرشتوں کو دینا ہیں وہ تمام اذان کے کلمات میں موجود ہوتے ہیں۔ اذان سنتے ہی اللہ تعالٰی کی ربوبیت والوہیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت والے جواب نماز و اسلام کا جواب بھی اسے بطور تلقین و تسکین نصیب ہوتے ہیں۔ منکرین بھی شیطان کی طرح جلتے ہیں اور اذان پڑھنے والوں پر طرح طرح کے اعتراض کر کے اپنی منافقت کا ثبوت دیتے ہیں کیونکہ منافق لوگوں کے متعلق واضح طور پر فرمان اقدس ہے۔ اَلْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ○ (پارہ دسواں، چودھواں رکوع)

ترجمہ: اور منافق مرد اور منافق عورتیں ایک ہی جیسے ہیں برائی کا حکم دیتے ہیں بھلائی سے منع کرتے ہیں اور اپنی مٹھی بند رکھتے ہیں۔ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا۔ بے شک منافق ہی فاسق ہیں۔

مندرجہ بالا فرمان ذیشان سے واضح ہے نیکیوں سے روکنا منافقوں کا کام ہے۔ جو لوگ ایصال ثواب فاتحہ خوانی اور اہل قبور کے لئے دعا مغفرت و دیگر دینی ایمانی و روحانی امور سے روکتے ہیں وہی منافق لوگ ہیں اللہ تعالٰی ایسے شیطانی وساوس ڈالنے والوں سے مسلمانوں کو محفوظ فرما دے۔ (آمین)

و اخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین.

فحرام بالاجماع مالم يقصد بصرفه الفقراء الاحياء قولاً واحداً وقد ابتلى الناس بذلك [1] هكذا فى النهر الفائق والبحر الرائق، عالمگیری،

پس بکرا جو بہ نیت سابقہ کے گرچہ تسمیہ کا وقت ذبح کے ذکر کیا ہو حرمت ہے [illegible] در مختار میں مذکور ہے:۔

ولو سمى و لم تحضره النية صح بخلاف مالو قصد بها التبرك فى ابتداء الفعل او نوى بها امراً آخر فانه لا يصح فلا تحل [2]

چونکہ نیت سابقہ گرفی الحال موجود ہے وہ بھی موجب حرمت کی ہے کما یفہم

در قبر پر اذان دینا بعد دفن میت یا مردے کے کان میں اذان دینا نزدیک حنفیہ کے درست [illegible] سما يفهم من العالمگيرية والدر المختار۔

وليس لغير الصلوات الخمس والجمعة والمنذرة [3] وصلوة الجنازة والاستسقاء والضحى والافزاع [4] (هكذا فى التبيين) ولا يسن لغيرها [5] (در مختار)

[illegible] کتب شافعیہ میں درست لکھا ہے اور ابن حجر نے شرح عباب میں اس کو رد کیا ہے:۔

وقيل عند انزال الميت القبر قياساً على اول خروجه للدنيا لكن رده ابن حجر فى شرح العباب

---

[1] [illegible] بحر الرائق، کتاب الصوم، فصل ومن نذر صوم الخ، ج ۲، ص ۳۲۱۔
[2] [illegible] فتاوی خیریہ، ، فصل فی النذر، ج ۱، ص ۱۸۰۔
[3] [illegible] در مختار، کتاب الذبائح، ج ۲، ص ۲۲۸۔
[4] [illegible] عالمگیری، کتاب الصلوۃ، باب ۲، ج ۱، ص ۵۰۔
[5] [illegible] در مختار، ، باب الاذان، ج ۱، ص ۲۵۹
[6] [illegible] شامی، کتاب الصلوۃ، باب الاذان، ج ۱، ص ۲۵۸۔

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

فتاویٰ مسعودی

از

فقیہ الہند حضرت محمد مسعود شاہ محدث دہلوی

مرتب

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

محشی

حضرت مولانا حافظ محمد اشرف مجددی

ناشر

سرہند پبلی کیشنز کراچی

"ونص عبارته هكذا" وابو يوسف احتج بحديث عمر رضى الله عنه فانه بعد فراغ المؤذن من الاقامة كان يقوم فى المحراب"۔ "امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کی حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ وہ موذن کی اقامت سے فارغ ہونے کے بعد محراب میں کھڑے ہوتے تھے"۔

(۳) بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ ازروئے حدیث شریف امام مالک رحمہ اللہ اور عام علما کے مسلک کو ترجیح ہے۔ یہ ان کا خیال ہی خیال ہے۔ اگر اس دورِ آزادی میں کہ ہندوستان آزاد ہو چکا ہے، ہر شخص کو آزادی ہے جو چاہے خیال رکھے۔ لیکن یہ تو "مدعی سست گواہ چست" کی مثل ہے۔ امام مالک خود فرماتے ہیں کہ میں نے اس بارے میں کوئی حدیث نہیں سنی۔ کما مرّ عن عون المعبود وفتح البارى قال مالك فى المؤطا لم اسمع فى قيام الناس حين تقام الصلوة بحد محدود۔ "امام مالک نے مؤطا میں فرمایا کہ نماز میں لوگ کس وقت کھڑے ہوں، اس کے متعلق میں نے کوئی حدیث نہیں سنی"۔ اس لئے وہ اپنی ذاتی رائے یہ لکھتے ہیں: "الا انى ارى ذلك على طاقة الناس"۔ "لیکن میری ذاتی رائے یہ ہے کہ یہ لوگوں کی طاقت پر ہے"۔

اور یہی وجہ ہے کہ ائمہ مالکیہ میں اختلاف ہوا۔ اکثر علمائے مالکیہ اس طرف گئے ہیں کہ جب امام مسجد میں موجود ہو تو جب تک تکبیر ختم نہ ہولے، لوگ کھڑے نہ ہوں اور عام علمائے مالکیہ امام مالک سے ایک روایت کے مطابق ابتدائے اقامت سے کھڑے ہونے کو مستحب جانتے ہیں۔ لیکن اہل علم سے پوشیدہ نہیں کہ "عن" کرکے مذہب بیان نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے لئے قال یا ذهب یا مذهب فلان یا عند فلان کے الفاظ لاتے ہیں اور اگر کوئی ایک روایت ہو تو اس کو عن سے تعبیر کرتے ہیں۔

مقدمہ عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں ہے: "الفرق بين 'عنده' و'عنه' ان الاول دال على المذهب والثانى على الرواية۔ فاذا قالوا "هذا عند ابى حنيفة" دل ذلك على انه مذهبه واذا قالوا "وعنه كذا" دل على انه رواية عنه"۔ "عندہ اور عنہ میں فرق یہ ہے کہ عندہ مذہب پر دلالت کرتا ہے اور عنہ ایک روایت پر تو جس وقت علما کہیں "هذا عن ابى حنيفة" اس سے معلوم ہو گیا کہ یہ ان کا مذہب ہے اور جب کہیں "وعنه كذا" تو معلوم ہوگا کہ ان سے یہ ایک روایت ہے"۔

تو ایسی حالت میں اولاً یہ خیال کرنا کہ ازروئے حدیث شریف امام مالک رحمہ اللہ اور عام علما کے مسلک کو

عبارت نقل کر کے یہ بتانے کی کوشش کی کہ مقتدیوں کا کھڑا ہونا امام کے کھڑے ہونے کے تابع ہے۔ ان کے اس عبارت کے نقل کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اس لئے کہ جب امام مسجد میں نہ ہو تو اس صورت میں ہمارے فقہاء بھی کہتے ہیں جو ہم نے اوپر نقل کیا۔ اس میں کوئی اختلاف ہی نہ تھا۔

تیسری صورت جس میں امام و مقتدی مسجد میں موجود ہوں تو اسکا حکم یہ ہے کہ "حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح" پر کھڑا ہونا امام اور مقتدیوں کے لئے مستحب ہے اور اس سے پہلے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ اس کے متعلق ہمارے فقہاء صراحتاً بیان کرتے ہیں۔

(۱) علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ نے بدائع الصنائع میں لکھا:

والجملة فيه ان المؤذن اذا قال حي على الفلاح فان كان الامام معهم في المسجد يستحب للقوم ان يقوموا في الصف

(جلد (۱) کتاب الصلاۃ، فصل فی بیان کلم التکبیر، صفحہ: ۲۰۰، شرکۃ المطبوعات العلمیۃ، مصر)

خلاصہ کلام یہ کہ امام قوم کے ساتھ مسجد میں ہو تو امام و مقتدی سب کو اس وقت کھڑا ہونا مستحب ہے جب مؤذن حی علی الفلاح کہے۔

(۲) "تنویر الابصار" میں ہے:

والقيام لامام ومؤتم حين قيل حي على الفلاح ان كان الامام بقرب المحراب

(در حاشیہ شامی، جلد (۱) کتاب الصلاۃ، آداب الصلاۃ، صفحہ: ۳۵۳، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی امام جب محراب کے قریب ہو تو امام اور قوم حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں گے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نے شامی میں لکھا:

(۳) كذا في الكنز (۴) ونور الايضاح (۵) والاصلاح (۶) والظهيرية والبدائع وغيرها والذي في (۷) الدرر متنا وشرحا عند الحيعلة الاولى يعني حين يقال حي على الصلاة اه وعزاه الشيخ اسماعيل في شرحه الى (۸) عيون المذاهب (۹) والفيض (۱۰) والوقاية (۱۱) والنقاية (۱۲) والحاوي (۱۳) والمختار اه قلت واعتمده في متن (۱۴) الملتقى وحكى الاول بقيل لكن نقل ابن الكمال تصحيح الاول ونص عبارته قال في (۱۵) الذخيرة يقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حي على

(حوالہ ۱۶)

یعنی ایسا ہی کنز الدقائق، نور الایضاح، اصلاح، ظہیریہ اور بدائع وغیرہ میں ہے اور "درر" کی متن اور شرح میں ہے کہ حی علی الصلوٰۃ پر قیام کریں۔ شیخ اسمٰعیل نے اپنی شرح عیون المذاہب، فیض، وقایہ، نقایہ، حاوی، اور مختار میں نقل کیا۔ میں کہتا ہوں کہ ملتقی کے متن میں اسی کو بیان کیا گیا ہے اور ابن کمال نے بھی اسی کو صحیح قرار دیا۔ اور ذخیرہ میں کہا گیا ہے کہ امام اور مقتدی حضرات جب مؤذن حی علی الفلاح کہے اس وقت کھڑے ہوں۔ علمائے ثلٰثہ (یعنی امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد) کے نزدیک۔

وقار الفتاویٰ

حضرت علامہ مفتی
محمد وقار الدین
قادری رضوی

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک
Alahazrat Network
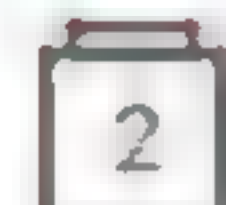
الجواب:-

فرض کفایہ وہ ہوتا ہے جو کچھ لوگوں کے ادا کرنے سے سب کی جانب سے ادا ہو جاتا ہے اور کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب گناہگار ہوتے ہیں اس کے لیے کسی وقت کا تعین نہیں ہے۔ جیسے نماز جنازہ، اس کا کوئی وقت معین نہیں ہے مگر حکم یہ ہے کہ دفن کرنے میں جلدی کی جائے اور جب غسل و کفن دے دیا جائے تو نماز پڑھ کر دفن کردیا جائے لوگ اس انتظار میں رہتے ہیں کہ جمعہ کی نماز کے بعد نماز پڑھنے میں زیادہ مسلمان شریک ہو جائیں یہ ناجائز ہے۔ مگر جب میت نماز کے لیے لائی جائے تو فرض اور سنت مؤکدہ کے بعد نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے در مختار میں لکھا:

الفتوى على تاخير الجنازة عن السنة

یعنی فتویٰ اس قول پر ہے کہ نماز جنازہ کو سنت سے مؤخر کیا جائے۔

اس پر علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے رد المحتار میں لکھا:

ای سنة الجمعة كما صرح به حاكيا [illegible]

(شامی، جلد ۱، باب العیدین، مطلب فیما یترجح تقدیمه من صلوٰۃ العید، صفحہ: ۶۱۱، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی سنت جمعہ سے جیسا کہ حلبی میں اس کی وضاحت ہے اسی بناء پر سنت مغرب سے بھی (نماز جنازہ) مؤخر کریں گے کیونکہ ان کی تاکید کی گئی ہے۔

مکروہ کی تعریف

الاستفتاء:-

ایک سوال کا جواب مطلوب ہے:

مکروہ تنزیہی اور مکروہ تحریمی میں کیا فرق ہے؟

سائل: عبد المالک قادری

الجواب:-

فقہاء کے نزدیک مکروہ جب مطلقاً بولا جاتا ہے تو اس سے مراد مکروہ تحریمی ہوتا ہے۔ مکروہ تحریمی حرام کے قریب ہے اور سزا کے اعتبار سے حرام کی طرح ہے، یعنی دونوں پر آخرت میں جہنم کی سزا ہے اور مکروہ تنزیہی حرام نہیں ہے، لیکن اس کو کرنا نہیں چاہئے اور کرنے والا گناہگار نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ جب کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے ——— (سنن ابن ماجہ، مقدمہ، باب فضل العلماء)
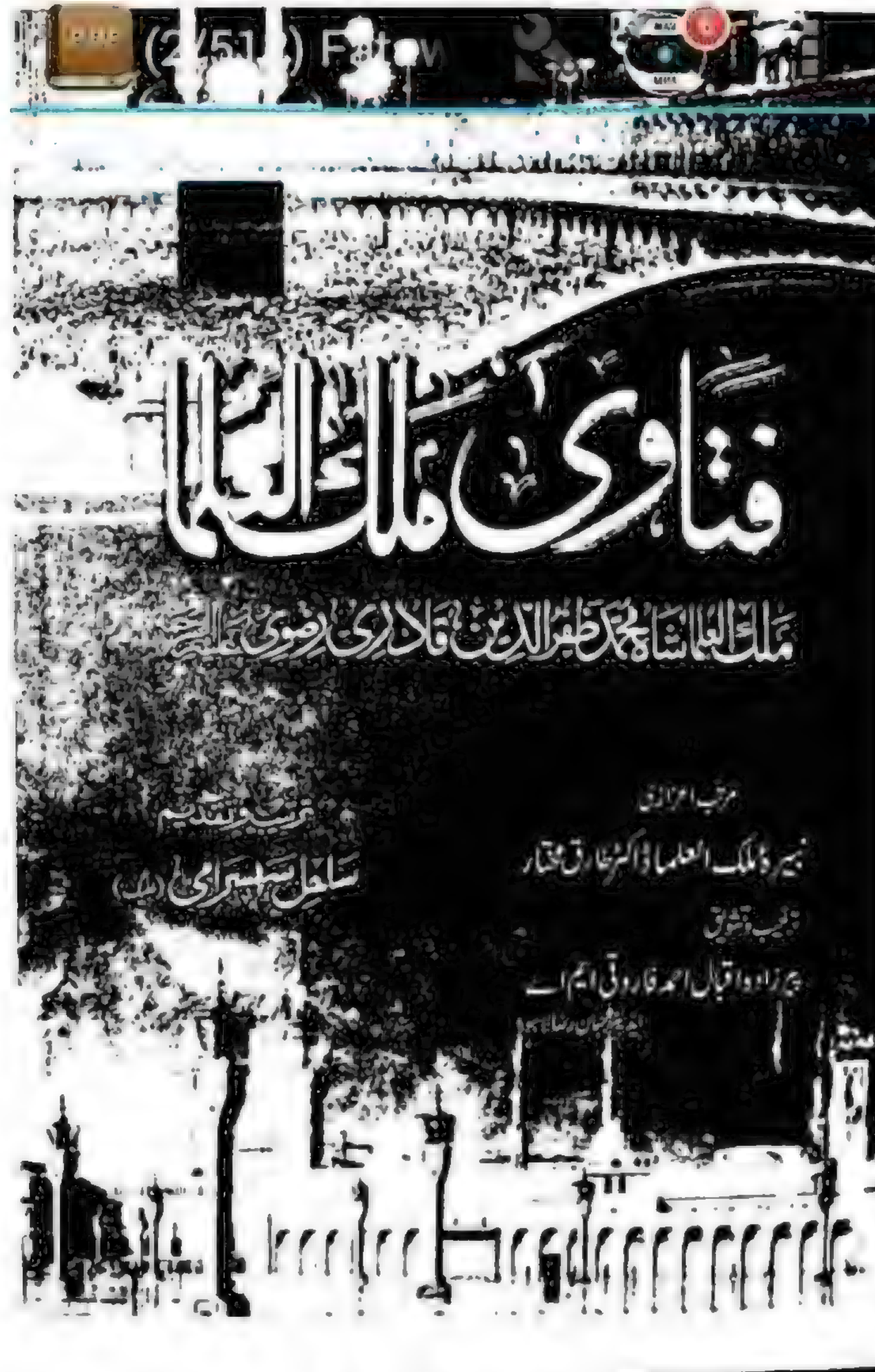
وقار الفتاویٰ

مفتی اعظم پاکستان

حضرت علامہ مفتی محمد وقار الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تخریج

مولانا محمد شعیب قادری رضوی

بزم وقار الدین

گلشن حق لائبریری، بلاک ۲، گلستان مصطفیٰ کراچی

Scanned with CamScanner

فتاوی ملک العلما

ملک العلما شاہ محمد ظفر الدین قادری رضوی علیہ الرحمہ

ترسیل و تقدیم

ساحل سہسرامی (دلی)

مرتب اعزازی

نبیرۂ ملک العلماء ڈاکٹر طارق مختار

ترتیب و تحقیق

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ایم اے

AD
Alibaba.com B2B Trade A...
Trading Assurance Top D...
INSTALL
فتاویٰ نعیمیہ
ALAHAZRAT NETWORK
www.alahazratnetwork.org

نیز یہی مراقی الفلاح شامی اور فتح القدیر میں بیان کیا ہے۔ یہ حکم صرف مقتدیوں کے لیے نہیں۔ بلکہ امام پر بھی اس حکم کی اتباع واجب ہے۔ چنانچہ عالمگیری نے اسی جگہ لکھا۔ ان کان المؤذن غیر الامام۔ وکان القوم مع امام فی المسجد فانہ یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلاثۃ وھو الصحیح۔ (ترجمہ) اگر تکبیر پڑھنے والا مؤذن امام کے سوا ہو۔ اور تمام نمازی امام کے ساتھ مسجد میں ہوں تو امام اور مقتدی سب اس وقت کھڑے ہوں۔ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے۔ اور یہ صحیح مسئلہ تینوں اماموں کے نزدیک مذہب ہے۔ یعنی امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک پس ان دلائل سے یہ تو ثابت ہو گیا۔ کہ پنجگانہ جماعت کی تکبیر بیٹھ کر سننا لازم ہے۔ کھڑے ہو کر سننا مکروہ تحریمی ہے۔ مگر حدیث پاک نے بیٹھ کر تکبیر سننے کا کیوں حکم دیا؟ اور فقہاء کرام نے اسی حدیث کے اقتضاء سے تو اول کھڑے ہو جانے کو کیوں مکروہ فرمایا؟ تو یاد رکھیے۔ کہ جس طرح اذان مؤذن کو پانچ نمازوں کے وقت ادب و احترام سے سننا واجب ہے۔ اور نہ سننے والے شخص کے لیے احادیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ اسی طرح ہر جماعت کی تکبیر کو بھی خاموشی اور ادب سے سننا واجب ہے۔ اور جس طرح ہر سننے والے کے لیے اذان کے الفاظ دہرانے باعث ثواب و اجر عظیم ہیں۔ جیسا کہ احادیث متعددہ سے ثابت ہے۔ اسی طرح جماعت کی تکبیر کے الفاظ کا بھی آہستہ آہستہ جواب دینا باعث اجر و ثواب ہے۔

چنانچہ مشکوٰۃ شریف صفحہ نمبر ۶۵ پر ہے:۔ عن ابی امامۃ او بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان بلالا اخذ فی الاقامۃ فلما ان قال قد قامت الصلوٰۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقامھا اللہ وادامھا وقال فی سائر الاقامۃ کنحو حدیث عمر فی الاذان رواہ ابوداؤد (ترجمہ):۔ حضرت ابی امامہ یا کسی اور صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تکبیر پڑھنے لگے جب قد قامت الصلوٰۃ پر پہنچے۔ تو پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اقامھا اللہ وادامھا۔ اے اللہ ان تکبیروں کو قیامت تک قائم و دائم فرما اور تمام تکبیر میں آپ اسی طرح جواباً فرماتے رہے جس طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پاک اذان کے جواب کے بارے میں گزری۔ (اقامھا اللہ وادامھا کی ضمیر کا مرجع تکبیر کی طرف بھی ہو سکتا ہے اور نماز کی طرف بھی مگر اکثر حضرات علماء نے تکبیر کی طرف راجع کیا ہے جسے ہم نے بھی اختیار کیا لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ تکبیر کے وقت بیٹھنا اس لیے ضروری ہے۔ تاکہ ہر نمازی اپنی اپنی زبان سے کلمات تکبیر دہراتا رہے یہاں تک عجب ہے۔ کہ اذان یا تکبیر ہوتے وقت دنیا کا کلام تو درکنار تلاوت قرآن کریم بھی بند کرنی لازمی ہے چنانچہ فتاویٰ ہندیہ جلد اول صفحہ نمبر ۵۵ پر ہے:۔ ولا ینبغی ان یتکلم السامع فی خلال الاذان والاقامۃ ولا یشتغل بقراءۃ القرآن ولا بشیء من الاعمال سوی الاجابۃ (ترجمہ) اور نہیں لائق ہے۔ یہ کہ اذان اور تکبیر ہوتے وقت درمیان میں کلام کرے۔ اور دنیاوی کوئی بھی سننے والا اور نہ

شروع کرنے کے لیے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ پر کھڑا ہونا چاہیے اور شاید یہ حکم امام کے حاضر ہونے کے وقت کا ہے۔ یہ بھی احتمال ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے وقت حجرۂ مقدسہ سے باہر تشریف لاتے تھے۔ ان تمام تشریحات و احادیث سے ثابت ہوا کہ امام اور مقتدیوں کو ہر جماعت کی تکبیر بڑے اطمینان سے بیٹھ کر سننا چاہیے۔ شرح اربعہ ترمذی کے صفحہ نمبر ۲۲ پر ہے لَا تَقُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْنِیْ۔ مراد برخیزید برائے نماز بمجرد تکبیر برآوردن تا آنکہ ببینید مرا یعنی بیرون آمدم از درون خانہ و در کتب فقہ مذکور است۔ کہ چون حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ۔ گوید باید برخاست شاید کہ آں حضرت نیز دریں وقت بیرون می آمد۔ ترجمہ: حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کے وقت سب نمازیوں کو نماز کے لیے کھڑا ہونا چاہیے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اسی وقت حجرۂ پاک سے باہر تشریف لاتے تھے۔ اور تمام فقہاء بھی یہی فرماتے ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لَا تَقُوْمُوْا فرمانے کی وجہ بھی یہی ہے۔ اسی طرح کتاب شرح اربعہ کے صفحہ نمبر ۱۲۵ پر ہے۔ چوں اقامت گفتہ شود برائے نماز پس برنخیزید تا آنکہ ببینید مرا یعنی بیرون آمدم از درون خانہ۔ ترجمہ: اس لَا تَقُوْمُوْا والی حدیث پاک سے ثابت ہوا۔ کہ جب اقامت کہی جائے۔ تو کوئی نمازی نہ کھڑا ہو۔ جب تک کہ مجھ کو نکلتا نہ دیکھ لے۔ جب میں باہر آ جاؤں۔ تب کھڑے ہوا کرو۔ احادیث مطہرہ کا یہ حکم ظاہراً اگرچہ صحابہ کرام کو دیا جا رہا ہے۔ مگر حقیقتاً قیامت تک کے لیے حکم جاری ہے۔ چنانچہ شرح ابی الطیب صفحہ نمبر ۱۵۶ پر ہے: لَا تَقُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْنِیْ قَدْ خَرَجْتُ اَیْ مِنَ الْحُجْرَۃِ الشَّرِیْفَۃِ۔ وَهٰذَا یَدُلُّ عَلٰی جَوَازِ تَقْدِیْمِ الْاِقَامَۃِ عَلٰی خُرُوْجِ الْاِمَامِ (ترجمہ): لَا تَقُوْمُوْا۔ والی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ امام کے باہر آنے سے پہلے تکبیر کہنا جائز ہے۔ اور یہ شرط نہیں۔ کہ امام تکبیر سے پہلے مصلیٰ پر بیٹھے۔ ان احادیث اور ان کی شروح سے ثابت ہوا۔ تکبیر بیٹھ کر سننا واجب ہے تمام فقہاء کے نزدیک۔ انہی احادیث کے اقتضاء اور دلالت کی بنا پر تکبیر کے وقت بیٹھنا اور کھڑے ہو جانا مکروہ تحریمی ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ نمبر ۵۷ پر ہے: اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ عِنْدَ الْاِقَامَۃِ یُکْرَہُ لَہٗ الْاِنْتِظَارُ قَائِمًا وَلٰکِنْ یَقْعُدُ ثُمَّ یَقُوْمُ اِذَا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ قَوْلَہٗ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ (ترجمہ) جب مرد نمازی مسجد میں تکبیر کے وقت داخل ہوا۔ تو کھڑے رہنا اور کھڑے کھڑے ختم ہونے کا انتظار کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ پہلے بیٹھے پھر کھڑا ہو۔ اور جب کہ مؤذن حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ پر پہنچے اور یہ پہلے بتا دیا گیا ہے۔ کہ مطلق مکروہ سے مراد

فتاویٰ نوریہ

جلد اوّل

تصنیف

شیخ الحدیث فقیہ اعظم مولانا الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب النعیمی القادری
بانی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

ترتیب و تدوین

استاذ الفقہ والحدیث حضرت مولانا علامہ الحاج ابوالفضل محمد نصر اللہ صاحب نوری
رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

شعبہ تصنیف وتالیف دارالعلوم حنفیہ فریدیہ

بصیر پور، ضلع اوکاڑہ

ادا ر نماز سے قبل نہ بیٹھے اور چونکہ امام حاضر ہے لہذا حدیث لاتقوموا حتی ترونی کا تقاضا بھی نہیں کہ قیام نہ کرے۔ رہا سائل کا استدلال کہ ہمارے نزدیک حی علی الفلاح پر قیام مستحب ہے جو قعود پر موقوف ہے لہذا قعود بھی مستحب ہوا، تو یہ محض باطل ہے کیونکہ یہ قیام مستحب تو مقدمہ ہے اسی قیام کا جو بحکم قوموا للہ قانتین نماز فرض میں فرض ہے حالانکہ منفرد یا امام و مقتدی پر فرض نماز سے قبل قعود قطعاً فرض نہیں بلکہ منفرد کے لئے تو کسی نے مستحب تک بھی نہیں کہا تو معلوم ہوا کہ قیام قعود پر موقوف نہیں ورنہ قعود بھی قیام کی طرح فرض ہوتا ولم یقل بہ احد۔ اور یہیں سے واضح ہوا کہ مصنف شرح قدوری میں مولانا صوفی یوسف بن عمر کا دوری کا ایسے داخل مسجد کے لئے قعود کا حکم دینا اور قیام مکروہ بتانا بے دلیل ہے اور صحیح نہیں اسی میں حضور پر نور روحی فداہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم مذکور کی صریح خلاف ورزی ہے جو ہمارے کسی بھی امام کا قول ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا لہذا مقبول نہیں اور ہندیہ اور دُرّ وغیرہ کا مضمرات سے نقل کرنا بھی صحیح نہیں بنا سکتا کہ غیر صحیح نقل کر دینے سے صحیح نہیں بن جاتا۔

تعجب ہے کہ امام کی موجودگی کی صورت میں تکبیر سے پہلے حاضرین کے لئے قیام عند الفلاح ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک مستحب تو ہے مگر مستحب کا خلاف دلیل خاص کے بغیر مکروہ نہیں بن سکتا کما صرح بہ الشامی وغیرہ تو وقت پر آنے والے کے لئے کیوں مکروہ ہوا!! اس مبارک اور صحیح حدیث کو بکثرت ائمہ دین نے اپنی اپنی مبارک تصانیف میں باسانید معتبرہ متعددہ روایت فرمایا ہے چنانچہ موطا امام مالک ص ۱۳۶ (طبع اصح)، موطا امام محمد ص ۱۱۹ (یوسفی)، مسند امام احمد ص ۲۹۵، ۲۹۶، ۳۰۳ ج ۵، صحیح بخاری ص ۶۳ باسنادین، صحیح مسلم ص ۲۴۸ ج ۱، سنن ابی داؤد ص ۶۶ (مجیدی) باسنادین، ترمذی ص ۴۲ ج ۱ (اصح)، ابن ماجہ ص ۷۲ (اصح)، شرح السنۃ ص ۳۶۵ ج ۲ وغیرہا میں بکلمات متقاربہ ہے والنظم من البخاری وغیرہ عن ابی قتادۃ السلمی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین قبل ان یجلس مصنف عبد الرزاق ص ۴۲۸ ج ۱، بخاری ص ۱۵۶ ج ۱، مسلم ص ۲۴۸ ج ۱ میں بایں کلمات متقاربہ بھی ہے اذا دخل احدکم المسجد فلا یجلس حتی یصلی رکعتین۔ اور ابن ماجہ ص ۷۲ میں حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مرفوع میں بھی یہی

ے شامی عبارت کا یہ ترجمہ رسائل ابن عابدین ص ۱۴ ج ۱ سے ص ۱۵ تک ہے قلت وقد یتفق نقل قول فی نحو عشرین کتابا من کتب المتاخرین و یکون القول خطأ اخطأ بہ اول واضع لہ فیأتی من بعدہ وینقلہ عنہ وھکذا ینقل بعضھم عن بعض کما وقع ذالک للی ان قال) ولھذا الذی ذکرناہ نظائر کثیرۃ اتفق فیھا صاحب البحر والنھر والمنح والدر المختار وغیرھم وھی سھو منشأھا الخطأ فی النقل او سبق النظر الخ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کبھی کسی کتاب کا مصنف کوئی غلط بات سہواً درج کر دیتا ہے اور بعد میں آنے والے بلا تحقیق نقل کرتے جاتے ہیں حتی کہ بیس کے قریب کتابوں میں نقل ہو جاتی ہے حالانکہ وہ بھول ہوتی ہے اور اس کی بکثرت نظیریں ہیں جن میں بحر و نہر و منح و در المختار وغیرہ کے مؤلفین نے نقل میں اتفاق کیا حالانکہ وہ بھول اور سہو ہے۔ ۱۲ منہ غفرلہ

محمد مظہر اللہ غفرلہ
امام
جامع فتحپوری، دہلی

...س وقت خطبہ کی اذان ختم ہوتی ہے ہاتھ اٹھا کر دعا

مستفتی
فضل احمد، دہلی

...سکتے ہیں خواہ ہاتھ اٹھا کر یا بلا ہاتھ اٹھائے ہر طرح

محمد مظہر اللہ غفرلہ
امام
مسجد جامع فتحپوری، دہلی

(سوال نمبر ۹) ایک جامع مسجد میں یہ طریقہ رائج ہے کہ نماز کے وقت جب اقامت کہی جاتی ہے تو امام اور مقتدی بیٹھے رہتے ہیں اور جب موذن "قد قامت الصلوٰۃ" کہتا ہے تو سب کھڑے ہو جاتے ہیں اور فوراً صف بندی ہو جاتی ہے۔ کیا اس صورت میں یہ طریقہ درست ہے۔ مدلل جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

مستفتی
ظفر احمد۔ کراچی

الجواب

مستحب تو یہی ہے کہ اگر امام مصلے پر موجود ہو تو جب اقامت کہنے والا "حی علی الفلاح" کہے اس وقت امام اور مقتدی اٹھیں "قد قامت الصلوٰۃ" سے قبل امام تکبیر کہدے اور امام باہر سے آتا ہے تو جس صف سے گزرے اس کو کھڑا ہو جانا چاہیئے اور صفوں کے سامنے سے آتا ہو تو امام کو دیکھتے ہی سب کو کھڑا ہو جانا چاہیئے لیکن صفوں کا سیدھا کرنا سنت موکدہ ہے۔ سرکار عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی سخت تاکید فرمائی ہے چنانچہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :-

كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يسوي صفوفنا حتى كانما يسوي به القداح حتى راى انا قد عقلنا عنه ثم خرج يوما فقام حتى كاد

ان يكبر فرأى رجلا باديا صدره من الصف فقال عباد الله لتسون صفوفكم او ليخالفن الله بين وجوهكم۔ رواه مسلم

یعنی حضور ہماری صفیں تیر کی طرح سیدھی فرماتے تھے یہاں تک کہ خیال فرمایا کہ ہم سمجھ گئے پھر ایک روز تشریف لائے یہاں تک کہ قریب تھا کہ تکبیر کہیں کہ ایک شخص کا صف سے سینہ باہر نکلا ہوا ملاحظہ کیا تو فرمایا کہ اللہ کے بندو! صفیں برابر کرو ورنہ تمہارے اندر اللہ تعالیٰ اختلاف ڈال دے گا۔

"ليخالفن الله" ــــــ محشی لکھتے ہیں :-

اى يحولها على ادباركم ويمسخها على صورة بعض الحيوانات كالحمار مثلا والمراد بالوجوه الذوات او وجوه قلوبكم اى ------------ وفيه غاية التهديد والتوبيخ اى والله لابد من احدهما الامرين لتسوينكم صفوفكم اوان الله تعالى يخالف بين وجوهكم۔

اس کے علاوہ احادیث اس باب میں وارد ہیں جو اہل علم سے پوشیدہ نہیں جو کم از کم اس کے سنت موکدہ ہونے پر دلیل ہیں۔ برخلاف اس کے "حی علی الفلاح" کے اوپر کھڑے ہونے کے متعلق کوئی ایک حدیث بھی میری نظر سے نہیں گزری بلکہ بعض احادیث اس کے مخالف بادیٔ النظر میں معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً "جب ہم نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو حضور ہماری صفوف برابر کرتے ہیں جب برابر ہو جاتی تھیں تب تکبیر فرماتے تھے" ــــــ اور روایت ہے کہ "حضور صف کے کنارے سے دوسرے کنارے تک جاتے اور ہمارے مونڈھے یا سینہ پر دست مبارک پھیرتے"۔

الحاصل ہمارے تینوں ائمہ نے "حی علی الفلاح" کے نزدیک کھڑے ہونے کو چونکہ مستحب کہا ہے اس لئے اگر صفوف سیدھی ہو جاتی ہیں تو اسی وقت کھڑا ہونا چاہیئے اور سیدھی نہ ہوتی ہوں تو اول ہی سے کھڑا ہونا چاہیئے کہ صفوں کے سیدھے نہ ہونے میں کراہت ہے اور "حی علی الفلاح" پر نہ کھڑے ہونے میں کراہت نہیں ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ امام باہر سے آئے کہ اس مستحب کے ترک کا بھی مرتکب ہو لیکن جہاں یہ صورت ہو کہ فوراً ہی صفیں سیدھی کر لیتے ہیں اور بیچ میں مزاحمت بھی باقی نہیں رہتا وہاں یہی صورت متعین ہونی چاہیئے کہ "حی علی الفلاح" پر امام اور مقتدی کھڑے ہوں۔

میں مسجد میں حاضر نہیں ہو رہا اپنے ضعف کی وجہ سے اور کتابیں مسجد میں ہیں اس لئے اس سے زیادہ تحقیق نہیں کر سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد مظہر اللہ غفرلہ
امام
مسجد جامع فتحپوری، دہلی

فتاویٰ نوریّہ

جلد اوّل

تصنیف

شیخ الحدیث فقیہِ اعظم مولانا الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب النعیمی القادری

بانی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

ترتیب وتدوین

استاذ الفقہ والحدیث حضرت مولانا علامہ الحاج ابوالفضل محمد نصر اللہ صاحب نوری

رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

شعبہ تصنیف وتالیف دارالعلوم حنفیہ فریدیہ

بصیر پور، ضلع اوکاڑہ

لئے کبھی کبھی ترک بھی فرمایا ہو۔ اس کا چھوڑ دینا موجبِ عذاب وعتاب ہے۔
یعنی عادتًا چھوڑنے والا مستحقِ عذاب اور نادرًا چھوڑنے والا مستحق عتاب ہے
اور اسی کو اصطلاح میں اسائت بھی کہتے ہیں جو سنّتِ مؤکدہ کے بالمقابل ہے۔

④ **سُنّتِ غیر مؤکدہ:** اسی کو سنّتِ زائدہ بھی کہتے ہیں جس کے بجالانے کی تاکید سنّت سے ثابت نہ ہو خواہ حضور اقدس سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیشہ اس پر عمل فرمایا ہو یا نہیں۔ اس کو بجالانا ثواب اور چھوڑ دینا اگرچہ عادتًا ہو وجہ عذاب نہیں ہاں موجبِ نفرت وعتاب ہے۔

⑤ **مستحب۔** جس کی بجاآوری عند الشرع محبوب وپسندیدہ ہو اور اس کا ترک کر دینا عذاب وعتاب کا سبب نہ ہو۔ خواہ اس عمل نے سیّدِ کائنات علیہ الصلوات والتسلیمات کی عملی زندگی میں باریابی حاصل کی ہو یا نہیں کسی عمل کے مستحب مندوب ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ اس کو ائمہ اسلام یا علماء کرام نے پسند فرمایا ہو اس کا کرنا وجہِ ثواب اور نہ کرنا وجہِ عتاب وسرزنش نہیں۔

نوٹ: یہ پانچوں وہ افعالِ شرعیہ ہیں جن کی بجاآوری شرع کے نزدیک مقصود ومطلوب ومحبوب ہے اور ان کے مقابل پانچ ممنوعاتِ شرعیہ ہیں جن کا ترک عند الشرع مطلوب ومحبوب ہے۔

⑥ **حرام:** یہ فرض کے بالمقابل ہے جس کی ممانعت بہ نصِ قطعی ثابت ہو۔ لہٰذا اس سے بچنا ضروری (فرض) ہے۔ اور اس فعل کا مرتکب ہونا خواہ عادتًا ہو یا نادرًا استحقاقِ عذاب کو لازم کرتا ہے۔ کیونکہ شرعًا اس کا ارتکاب گناہِ کبیرہ اور فسق ہے۔

⑦ **مکروہِ تحریمی:** وہ ہے جس کی ممانعت دلائلِ شرعیہ سے بطور دلیل ظنی ثابت ہو۔ یہ واجب کے مقابل ہے۔ اس کا فاعل مستحق عذاب اور گنہ گار ہوتا ہے مگر اس کا گناہ حرام سے کم ہے۔ اگر کسی عبادت میں واقع ہو تو عبادت

Marfat.com

کو ناقص بنا دیتی ہے لہٰذا اس عبادت کا اعادہ عند الشرع مطلوب ہے۔

⑧ **اِساءت:** یہ مکروہ تحریمی اور مکروہ تنزیہی کے درمیان گویا برزخ ہے
یعنی تحریمی سے کچھ خفیف اور تنزیہی سے کچھ زیادہ فحش۔ لہٰذا یہ سنّت مؤکدہ
...ب اور نادرًا اس کے فاعل

...ع شریف کو پسند نہیں۔ لیکن
...نہیں ہوگا۔ ہاں قابلِ سرزنش
...ہے۔
...ن نہ کرنا بہتر ہے اور کر لینے

...بت وغیرہا پر کوئی دلیل شرع
...یک برابر ہو۔ لہٰذا اس کے
...ب وعتاب۔
...ہے کہ مستحب سے زیادہ اہم سنّتِ
...ر مؤکدہ ہے۔ اور سنّتِ مؤکدہ
...ضروری فرض ہے۔ اسی طرح
...ے برا مکروہ تنزیہی ہے اور
...سے بدتر مکروہ تحریمی ہے
...ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
...ن اسٹرڈم ہالینڈ

...ں روٹرڈم

یورپ کے پیچیدہ مسائل کے شرعی حل کا عظیم شاہکار

فتاویٰ یورپ

تصنیف مفتی عبدالواجد قادری

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

اور رسول تم کو جو (احکام) دیں ان کو قبول کرو اور جن کاموں سے تم کو منع کریں ان سے باز رہو

شرح صحیح مسلم

جلد اول

مقدمہ کتاب الایمان، کتاب الطہارۃ، کتاب الحیض، کتاب الصلوٰۃ

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

نہ ہو تو جس صف کے پاس سے امام گزرے وہ لوگ کھڑے ہو جائیں ۔

علامہ طحطاوی لکھتے ہیں :

واذا اخذ المؤذن فی الاقامۃ ودخل رجل المسجد فانہ یقعد ولا ینتظر قائما فانہ مکروہ کما فی المضمرات قہستانی ویفہم منہ کراھۃ القیام ابتداء الاقامۃ والناس عنہ غافلون۔ ۲

جب مؤذن نے اقامت شروع کی اور اس وقت کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا تو وہ بیٹھ جائے اور کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ ہے مضمرات، اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ اقامت کے شروع میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں ۔

حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا مستحب ہے اس لیے اس سے پہلے کھڑا ہونا مستحب کے خلاف ہے، اور حاشیہ طحطاوی اور اسی طرح عالم گیری میں جو اس کو مکروہ لکھا ہے اس سے مراد مکروہ تنزیہی ہے اور دراصل یہ خلاف اولیٰ ہے ۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ مستحب کے ترک پر ملامت نہیں کی جاتی، اس لیے جو لوگ اقامت کے وقت پہلے سے کھڑے ہو جائیں ان کو ملامت نہیں کرنا چاہیے اور مستحب کے ساتھ واجب کا معاملہ نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ کسی مستحب کو ترک کرنے میں اتنی قباحت نہیں ہے، جتنی کسی مستحب کو واجب قرار دینے میں قباحت ہے ، اور اگر کچھ لوگ حی علی الفلاح پر اٹھنے والوں کو ملامت کریں کہ یہ دیر سے اٹھتے ہیں اور ان کو اقامت کی ابتداء میں کھڑا ہونا چاہیے تھا تو یہ اور زیادہ مذموم ہے ۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں :

جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے اس وقت کھڑے ہونا مستحب ہے ۔ ۳

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں :

امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو اس وقت تک کسی کا کھڑا نہ ہونا مستحب ہے ۔ ۴

امام مالک فرماتے ہیں :

واما قیام الناس حین تقام الصلوٰۃ فانی لم

اقامت کے وقت لوگ کب کھڑے ہوں ؟ میں

۱۔ علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح ص ۱۲۶، مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ
۲۔ علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح مطبوعہ مصطفیٰ البابی کی اولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ
۳۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۷۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ
۴۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بالجنان وعلى آله واصحابه وسلم فى كل حين وآن۔

حررہ المفتقر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

مورخہ شب ۱۳ جمادی الاخری ۱۴۰۰ھ ۱۰ بجے

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ ایسا نمازی جو اقامت نماز کے دوران مسجد میں آیا جبکہ امام بھی آچکا ہو تو کیا اس کا بیٹھ جانا ضروری ہے کہ حی علی الفلاح پر کھڑا ہو کیونکہ اس وقت قیام مستحب ہے جو قعود پر موقوف ہے حالانکہ مستحب کا موقوف علیہ بھی مستحب ہوتا ہے۔ بینوا ماجورین من رب العالمین۔

المستفتی: محمد اجمل نوری عفی عنہ

حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ جب کوئی تمہارا مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرے۔ اور یوں بھی آیا کہ دو رکعتوں کے پڑھنے تک نہ بیٹھے (متفق علیہ) اس حکم کی بنا پر ہمارے ائمہ کرام اور جمہور کے نزدیک نماز تحیۃ المسجد مستحب مؤکد ہے بلکہ ہمارے مشائخ کرام نے یہ تصریح بھی فرمائی کہ سنت[1] ہے جو کسی بھی سنت یا فرض نماز سے بھی ادا ہو جاتی ہے جس سے پہلے بیٹھنا تاکیدی مستحب بلکہ سنت کا خلاف اور غیر اولیٰ ہے لہٰذا ایسا داخل ہونے والا جس کے متعلق سوال ہے

---

[1] تبیین الحقائق للزیلعی ص۱۷۳ عینی علی الہدایہ ص۸۳۸ طحطاوی علی الدر ص۲۸۶ شرح الاشباہ والنظائر للحموی ص۵۵ نیز فتاوی خیریہ سے اس کے ص۵۹ اور رحمی علی الشامیہ ص۹ میں ہے والمنظوم للزیلعی تحیۃ المسجد سنۃ۔ تنویر الابصار تحریراً اور در المختار اور شامی تشریحاً ص۴۲۵ نیز طحطاوی علی الدر تقریراً ص۲۸۶ میں ہے والنظم للغزنوی یسن تحیۃ المسجد نور تصحیحاً اور در تسلیماً ص۲۱ نور الایضاح تعریفاً اور مراقی اور طحطاوی تفصیلاً ص۲۳ میں ہے سن تحیۃ المسجد۔ بحر الرائق اور شامی میں ہے وقد حکی الاجماع علی سنیتہا۔ شرح الاشباہ میں ہے وھو سنۃ اجماعاً شامی میں ہے وقول یسن تحیۃ بکتاب الشارح نے حاشیہ الخزائن (اسم شرحہ الکبیر للتنویر) ان ھذا رد علی صاحب الخلاصۃ حیث ذکر انہا مستحبۃ اور شرح الاشباہ میں ہے وانما اطلق المصنف علیہا الاستحباب لاشتمال السنۃ علی الاستحباب ۱۲ منہ غفرلہ